Scanned with CamScanner

عالمی تنظیم
تحفظ مقدس اوراق (وقف)
مقالہ
مسئلہ خطا
پیر طریقت رہبر شریعت استاذ العلماء سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت
حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد فضل احمد چشتی
سنی حنفی قادری رضوی

مقالہ
مسئلہ خطا

نام کتاب: مقالہ مسئلہ خطا

مصنف: فضیلۃ الشیخ مفتی فضل احمد چشتی مدظلہ العالی

پروف ریڈر: مفتی محمد نذیر احمد چشتی (جلالپور پیروالا)
فون: 0308-2722429

ناشر: **آستانہ عالیہ سندر شریف**
سندر راڈا لاہور

کمپوزنگ: محمد عمر فاروق ہاشمی چشتی (لاہور)

فائنل پراسیس: مقصود گرافکس، اُردو بازار لاہور

طباعت اوّل: جولائی 2020ء

تعداد: 5000/-

قیمت: -------------

نوٹ: کتاب کی خطابت و پرنٹنگ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا تاہم باتقاضہ بشریت کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس نمبر پر ضرور مطلع کریں، مشکور ہوں گے۔
خادم آستانہ عالیہ: محمد علی ہاشمی چشتی (03024218077)

مقالہ لکھنے کا سبب

کچھ وقت سے ایک فاحشہ عورت کے ایسے کلپ نے جو سیدنا صدیق اکبر سلام اللہ علیہ کی گستاخی پر مبنی تھا۔ لوگوں میں ھلچل پیدا کر رکھی تھی کہ اتنے میں غالباً اس کے رد میں ایک لاہوری ڈاکٹر کے ایسے خطاب پر تبصرے ہونے شروع ہو گئے جس میں اس نے کسی ضرورت کے تحت سیدہ خاتونِ جنت سلام اللہ علیھا کی طرف اجتھادی خطا کی نسبت کی۔ ان تبصروں کا سلسلہ یہاں تک تجاوز کر گیا کہ نظریۂ عصمت اھلبیت کی غلاظت اچھل کر مذہب حق اھل سنت تک پہنچنے لگی ناچیز نے یہ دیکھتے ہوئے اپنا علمی فریضہ سمجھا کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے نہ کہ کسی کے رد یا کسی کی حمایت کے لیے ضرور اپنی بساط کے مطابق کچھ تحریر کر دیا جائے تاکہ تشنگانِ حق کی پیاس بجھ جائے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فضل احمد چشتی

سندر لاہور

بتاریخ ۱۸ ذیعقدہ ۱۴۴۱ھ

مقالۂ مسئلۂ خطا

موسوم بنام نیم روزہ

مسئلۂ عصمت میں مستعمل چند ضروری اصطلاحی الفاظ وکلمات کی وضاحت

(ا) ذنب، معصیت

(گناہ، نافرمانی)

کفر اور ضلال اور غوایت اور کذب اس میں شامل ہیں۔ یہ چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ ہواسکی حقیقت کیلئے ممنوع ومحظور شرعی کا بعینہ قصد وارادہ ہونا ضروری ہے ایسے امر کے پائے جانے کے بغیر جو اس کو توبہ کے بغیر حقیقتا گناہ بننے سے پھیر لے جیسے تاویل واجتھاد حکمت سھو ونسیان وغیرہ لھٰذا گناہ کی حقیقت یہ ہوئی کہ محظور شرعی کا ارتکاب اس کے قصد وارادے کے ساتھ بغیر صارف کے یعنی حکمت نسیان تاویل واجتھاد اور خیال رہے کہ صارف کے بعد صغیرہ حقیقت معصیت سے نکل جاتا ہے اور صرف اور صرف صورتا اور ظاہرا ہی معصیت رہ جاتا ہے اور اس وقت وہ زلت وخطا کے افراد سے بن جاتا ہے اور اس پر معصیت کا اطلاق مجازا ہی ہوسکتا ہے جیسے **فعصی آدم ربہ فغوی** (القرآن)

اس کی نظیر جیسے انسان کی تصویر کو انسان کہنا سوائے مجاز کہ ہرگز درست نہیں چنانچہ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۵۰ ہ المحرر فی اصول الفقہ کے باب الکلام فی افعال النبی علیہ السلام کے صفحہ ۷ ۸ میں لکھتے ہیں۔

والمعصية عند الاطلاق انما تناول ما يقصده المباشر بعينه وان كان قد اطلق الشرع ذلك على الزلة مجازاً

(۲) زلت

(لغزش)

محظور شرعی کے اس ارتکاب کو کہتے ہیں جس میں اس محظور کا قصد نہ ہو بحیثیت حظر و منع عام ازیں کہ محظور کا قصد بالکل نہ بلکہ مباح کا قصد ہو اور اور فعل مباح سبب بن جائے کسی محظور شرعی کا جیسے قتل قبطی۔

اسی لیئے زلت پر معصیت کا اطلاق ہو تو مجازا ہو گا محض صورت معصیت پائے جانے کی وجہ سے جیسے فعصی آدم ربہ یا محظور کا قصد ہو لیکن بحیثیت منع نہیں بلکہ بحیثیت اباحت جیسے اکل شجرہ از سیدنا آدم۔

(۳) خطا

(غلطی)

لغت اور عرف میں اگر چہ اعم مفہوم رکھتا ہے کہ گناہ و جرم کو بھی شامل ہے لیکن اصطلاحی معنی خاص ہے اور وہ ہے محظور شرعی کا ایسا ارتکاب جو قصد محظور سے بالکل خالی ہو اور ظاہر ہے کہ زلت کی دو قسموں میں سے پہلی یہی ہے تو خطا زلت کی قسم بن گئی اور زلت دو قسم ہو گئی ایک محض زلت اور دوسری وہ زلت جو خطا ہے لھذا ان کے مابین عموم و خصوص اطلاقی ہوا۔ (فتأمل)

تنبیہ: اسی صغیرہ ممنوع و محظور شرعی کے ارتکاب بلا قصد مذکور مع

الوضاحۃ السابقہ کو علمائے کلام بعض اوقات زلت صغیرہ کہہ دیتے ہیں جیسا کہ شرح تعرف میں امام خواجہ اسماعیل مستملی بخاری رحمۃ اللہ نے کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ زلت کا تعلق کسی کبیرہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور کوئی زلت کبیرہ نہیں ہو سکتی کیونکہ جو زلت سے مقصود ہوتا ہے مثلاً حکمت تو وہ صغیرہ بلا قصد مذکور بالوضاحۃ السابقہ کے پائے جانے سے جب حاصل ہو جاتا ہے تو کبیرہ کو قصد مذکور سے خالی کر کے اس کو زلت بنانا ضرورت سے آگے قدم رکھنا ہے اور یہ اس اصل کے خلاف ہے۔

کل ما یتقدر بالضرورہ یتقدر بحسب الضرورۃ

لیکن مخفی نہیں یہ بات صرف افعال انبیاء علیھم السلام کے ساتھ مخصوص ہے دوسروں میں کفر تک کی زلت ہو سکتی ہے اور پھر اسکے احکام کتب فقہ و کلام میں مذکور ہیں۔

خطا کی تقسیم

خطا دو قسم ہے۔ (۱) اجتہادی (۲) غیر اجتہادی

پہلی وہ کہ مجتھد نا معلوم حکم شرعی معلوم کرنے کے لیئے کوشش کرے تو اسکو خطا لگ جائے لھذا یہ مخصوص ہوگئی مجتھد اور حکم شرعی کے ساتھ دوسری وہ ہے کہ مجتھد یا غیر مجتھد کسی مباح اور جائز امر کو کرنا چاہے مگر تھوڑی سی غفلت اور عدم توجہ اور ذھول آنے سے ممنوع و محظور شرعی کا ارتکاب ہو جائے جیسے روزے کے ساتھ وضو کرتے ہوئے پانی حلق میں چلا جائے اور روزہ بھی یاد ہو۔ خطا کا یہ معنیٰ پہلے سے اعم ہے۔ فتدبر

ان دونوں کے حکم میں یہ فرق ہے کہ اول میں ثواب ہی ثواب ہے اور دنیا و آخرت میں کوئی مؤاخذہ نہیں اور ثانی میں ثواب نہیں اور دنیاوی مؤاخذہ ہے۔ اخروی مؤاخذہ نہیں اسی لیئے ایک حدیث میں آیا ہے۔

اذا اجتھد الحاکم فاصاب الخ

اور دوسری میں

رفع عن امتی الخطاء الخ

(۴) خلاف اولیٰ خلاف افضل

جو کام شریعت میں نسبتا زیادہ ثواب رکھتا ہے اسکی بجائے کم ثواب والے کا ارتکاب کرنا جیسے اذن متخلفین قبل از اذن الٰھی خاص آنے کے۔

(۵) غفلت

امر شرعی، مطلوب شرعی کا خیال دل سے ھٹ جانا اور اس سے بے خبری اور ذھول ہو جانا اس کا مقابل ذکر بالضم جس کا معنی ہے یاد۔

(٦) نسیان

قوت حافظہ سے کسی بات کا اس طرح اڑ جانا یا امر شرعی کا نکل جانا کہ اسکو دوبارہ ذھن میں حاضر کرنے کے لئے اسکے سبب کا دوبارہ کسب کرنا یا پایا جانا ضروری ہو۔

(۷) سھو

غفلت یا قلت تامل یا عدم توجہ سے مطلوب شرعی کو ترک کرنا۔

(۸) عبث

دینی اور دنیوی فائدہ کے بغیر کوئی کام کرنا۔

(۹) لھو ولعب

دل بہلانے اور خیال بدلنے کیلئے کسی ایسے دنیاوی کام میں مشغول ہونا جس کا دنیاوی فائدہ تو ہو لیکن اخروی نہ ہو۔

(۱۰) مزاح

خود کو یا دوسرے کو خوش کرنے کیلئے کوئی کام کوئی بات کہنا اور مزاح حق بھی ہوتی ہے اور باطل بھی۔

(۱۱) مباح

جس کام کا کرنا اور نہ کرنا شرعاً مطلوب نہ ہو۔

عصمت وحفاظت کی تحقیق

کلام متکلمین بظاہر معنیٔ عصمت میں مختلف اور منتشر ہے لیکن بعد دقت تامل اور توجیہات کے دو معنی سامنے آتے ہیں ایک اعم اور دوسرا اخص۔ اعم یہ ہے کہ مکلف میں گناہ یا خلاف مقام کام کا ارادہ ہی پیدا نہ کرنا عام ازیں کہ ایسا فی جمیع الاوقات ہو یا فی بعض الاوقات شریعت میں ایسا ہونا واجب ہو یا جائز ہو اور ایسا نہ ہونا محال ہو یا ممکن یہ عصمت بالمعنی الاعم ہے کیونکہ حفاظت کو بھی شامل ہے عصمت غیر انبیاء کے لئے جب استعمال ہو تو یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس سے گناہ کا صادر نہ ہونا اور اس شخص کا گناہ سے پاک ہونا تمام اوقات میں یا اکثر اوقات میں دوسرا معنی یہ ہے کہ بندہ میں گناہ یا خلاف مقام کا ارادہ پیدا نہ کرنا یا کہیں ایسے ارادے سے بندے کو پاک رکھنا کہ اس سے گناہ یا خلاف مقام یعنی بنسبت غیر معصوم کے مقام کے کام کا صادر ہونا اس سے شرعاً محال ہو اور اسکا ایسے ارادے سے پاک رہنا شرعاً واجب ہو یعنی شرع خبر دے کہ اس سے ایسا ہونا کسی وقت میں نہیں ہوسکتا اور نا قابل انفکاک ہے۔ یہ عصمت بالمعنی الاخص ہے۔ کیونکہ حفاظت کو شامل نہیں کیونکہ اگر چہ دائمی پاکی غیر معصوم میں ہوسکتی ہے لیکن واجب نہیں ہوتی بلکہ جائز ہوتی ہے۔ یعنی شرع نے یہ کہیں نہیں کہا ہوتا کہ ایسے لوگوں سے جو محفوظ ہیں کسی قسم کا گناہ یا خلاف مقام بنسبت شخص غیر معصوم کے مقام کے صادر ہونا ہمیشہ کیلئے ناممکن اور محال ہے اور اس کا ہمیشہ پاک رہنا ضروری اور واجب ہے یا یوں کہیں کہ شرع نے کہیں یہ خبر نہیں دی ہوتی کہ یہ شخص ہمیشہ گناہوں یا خلاف مقام سے پاک رہے گا کیونکہ صادق مصدوق کی خبر کے سراپا صدق اور

مطابق للواقع ہونے کا تقاضہ ہے کہ اس سے افعال قبیحہ صادر نہ ہوں ورنہ کذب لازم آئے گا جو محال ہے خیال رہے ہماری عصمت اور حفاظت کی اس تقریر سے ان دونوں کے درمیان فرق بھی معلوم ہوگیا ہوگا۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عصمت میں پاک ہونا شرعاً واجب ہے اور ناپاک ہونا شرعاً محال ہے جبکہ حفاظت میں شرعاً اول الذکر جائز اور مؤخر الذکر ممکن ہے یعنی شرعی ممکن ہے اور ظاہر ہے کہ شرعی جائز اور ممکن کا وقوع بھی جائز ہوتا ہے کیونکہ اس کے وقوع سے کوئی شرع میں خرابی اور محال لازم نہیں آتا یہ ایک فرق ہے۔

اور ایک دوسرا فرق بھی ہے اور وہ باعتبار موصوف کے ہے کہ عصمت انبیاء و ملائکہ اور امت مجموعی کے ساتھ خاص ہے جبکہ حفاظت اھل بیت صحابہ اور اولیائے کرام کی صفت ہے۔

چنانچہ امام قرافی مالکی متوفی ۶۸۴ھ نفائس الاصول فی شرح المحصول الکلام فی الافعال کے باب میں عصمت اور حفاظت کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وأما عصمة الملائكة والانبياء عليهم السلام ومجموع الأمة: فالاستحالة في حقهم، والعصمة من باب واحد، وهو أن معناها اخبار الله تعالى النفساني واللساني عن جعلهم كذلك، واجتمع مع ذلك علم الله تعالى بذالك وارادته له، فتكون العصمة۔

اور نیز فرماتے ہیں۔

وفي حق الله تعالى عن اربعة أمور أيضا غير ان الارادة يستحيل دخولها فيما يتعلق بالمستحيل على الله تعالى، لانه مستحيل

لذاته، والارادة لا تدخل الا فى الممكنات، ودخلت الارادة فى عصمة الملائكة والانبياء، ومجموع الأمة، لانه من باب الممكنات عقلاً، وليس ذلك لذواتهم كما فى حق الله تعالى، مع ان الامام فى (البرهان) قال: طبقات الخلق على استحالة الكبائر و نحو ها عقلاً، وعليه جماهير أئمتنا وأما عصمة الصحابة، وآحاد الأمة الذين لم يصدر منهم معاص خاصة، وقولهم: من العصمة ألا يحد فهو متعلق ثلاثة أمور فقط: العلم، والارادة، والخبر النفسانى، لانه من لوازم العلم، وهو معنى قول العلماء: كل عالم مخبر عن معلومه، وليس فى حقهم خبر لسانى، أى: لم ينزل نص من الله تعالى أن فلانا لا يصدر منه كذا من المعاصى، فهذا التقييد الذى هو الكلام اللسانى امتازت به الملائكة والانبياء عليهم السلام و مجموع الأمة وأما اصل الامتناع، فمشترك، بل ما من احد الا وقد عصمه الله تعالى من معصية، وليس من خلق الله تعالى جمع بين جميع المعاصى، بحيث لا تبقى معصية مقصودة، الا وقد وقع فيها فتحصل له فى عصمه الامور الثلاثه المتقدم ذكرها، فيمتاز الامتناع فى حق الله تعالى بأنه لذاته و تعذر الارادة فيه۔

و تمتاز عصمة الانبياء والملائكة، عليهم السلام و مجموع الأمة با لخبر اللسانى، ويبقى الخبر النفسانى، والعلم والارادة مشتركا بين المواطن كلها فى الاستحالة على الله تعالى و على غيره۔

فهذا تلخيص هذا لعصم والاستحالات، وما اشتركت فيه وما امتازت به ، فمتى قلنا : الانبياء معصومون نريد الخبر اللسانى بالنصوص السمعية ، ومتى قلنا : ان فلانا عصم من كذا ، نريد به معنى آخر ،وهى الامور الثلاثة المتقدم ذكرها ۔فهذا تلخيص محل النزاع، والنزاع حينئذ انما هو ،هل ورد فى الشرائع ما يقتضى ذلك الامتناع عليهم أم لاء؟ والاستقراء تحقيق ذلك۔

یہ جاننے کے بعد خبر دار رہنا چاہیئے کہ چمن زمان نام کے مفتی نے ڈاکٹر اشرف کو لکھے ہوے ایک خط میں ان دونوں کے درمیان جو فرق کا دعوی کیا ہے کہ عصمت میں ارادۂ گناہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہ پیدا نہیں کیا جاتا جبکہ حفاظت میں ارادۂ گناہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف گناہ کو پیدا کرنا بھی پایا جا سکتا ہے وہ سراسر باطل اور انبیاء علیھم السلام کی توہین کو مستلزم ہے۔

کیونکہ ارادۂ گناہ خود ایک گناہ ہے لیکن باطنی اسکے بعد ظھور گناہ کا مرحلہ ہے اور وہ ایک الگ چیز ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ارادۂ گناہ کے بعد کسی مانع کی وجہ سے گناہ صادر نہ ہوا تو گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ علماء کی تصریحات موجود ہیں۔

☆ متعلقات عصمت وحفاظت

مسامرہ مسایرہ کی اس بارے میں ایک کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ امور متعلقہ با انبیاء علیھم السلام تین قسم ہیں۔

(ا) ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہوں اور ان کے متعلق امر ہو یا نہی ہو۔

(۲) امور بلاغیہ یعنی وہ امور جن کو انہوں نے لوگوں تک دینی حیثیت سے پہنچانا ہوتا ہے مختصر یہ کہ امور دینیہ۔

(۳) ان دو قسموں کے علاوہ باقی امور یعنی یا تو ان کی ذات سے متعلق ہوں مگر ان کیلئے امر و نہی یا دوسروں کے متعلق ھوں اور ان سے متعلق ہی نہ ھوں جیسے لوگوں کے محض دنیاوی امور جن کے متعلق وارد ہوا۔

انتم اعلم بامور دنیا کم

اور یہ فرما کر اعلمیت نہیں بلکہ محض تفویض اور براءت کو ظاہر فرمایا گیا ہے جیسا کہ شیخ محقق علیہ الرحمۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی لیکن خیال رہے کہ یہی تین امور غیر انبیاء یعنی اھل بیت و صحابہ اور اولیاء کیلئے بھی پائے جاتے ہیں۔

☆ مذکورہ اصطلاحی الفاظ کے احکامات بنسبت معصومین و محفوظین

(گناہ صغیرہ و کبیرہ سے عصمت کا حکم)

ان دونوں سے عصمت کا انبیاء علیھم السلام کے امور ذاتیہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یعنی وہ اپنے امور ذاتیہ میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں قبل از ظہور نبوت بھی اور بعد از ظہور نبوت بھی چنانچہ مسایرہ اور مسامرہ میں ہے۔

وقد ذكرنا أن عصمتهم من غير كفر موجب النبوة و اختلف فيه اى فى ذلك الغير الذى هو متعلق العصمة (فقيل تجب عصمتهم من الكبائر مطلقاً) عمداً وسهواً من غير تقييد بالعمد (دون الصغائر) المأ تى بها (عمداً) فلا تجب عصمتهم

منها عند هذ القائل فحالة السهو أولى عنده و هذ القول منقول عن امام الحرمين منا وأبي هاشم من المعتزلة (والمختار) لجمهور اهل السنة (العصمة) اى وجوب عصمتهم (عنهما) اى عن الكبائر مطلقاً و عن الصغائر (لا الصغائر غير المنفرة) حال كون اتيان غير المنفرة (خطا) فى التأويل (أو سهواً) مع التنبيه عليه أما الصغائر المنفرة كسر قة لقمة او حبة و تسمى الصغائر الخسة فهم معصومون عنها مطلقاً و كذا من غير المنفرة كنظرة لأجنبية عمداً۔

☆ زلت کا حکم

النبر اس میں بحوالہ تفسیر نسفی ھے کہ مشائخ سمر قند افعال انبیاء علیھم السلام کیلئے زلت کا لفظ استعمال نہیں کرتے لانہ نوع من الذنب۔

مگر جمہور ائمہ وفقہاء اور محدثین و متکلمین انبیاء علیھم السلام کے امور ذاتیہ کیلئے زلت کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کے ان سے واقع ہونے کو بھی ثابت کرتے ہیں اور یہی ہمارا مذھب ہے۔

☆ خطا اجتہادی کا حکم

اس کا تعلق انبیاء کے امور ذاتیہ اور امور بلاغیہ کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اختلافی مسئلہ ہے جو کہتے ہیں انبیاء علیھم السلام اجتہاد نہیں کرتے اور ہمیشہ وحی کی اتباع کرتے ہیں ان کے نزدیک تو عصمت اور عدم عصمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا اور جو انبیاء علیھم السلام کے اجتہاد کرنے کے قائل ہیں اور یہی جمہور اور اکثر

ائمہ فقہاء محدثین و متکلمین اور صوفیائے کرام کا پسندیدہ مذہب ہے۔

تو ان حضرات میں سے اکثر تو خطا اجتہادی سے معصوم مانتے ہیں لیکن بعض خطائے اجتہادی جائز سمجھتے ہیں استمرار جائز نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہو جانا ضروری ہے لیکن مولانا فضل الرسول بدایونی اور ان سے پہلے بیشتر اماموں نے اس قول کو بعید اور مھجور قرار دیا ہے لیکن خیال رہے کہ قائلین پر کوئی فتوائے بے ادبی یا گستاخی بھی نہیں لگایا گیا۔

☆ خطائے غیر اجتہادی کا حکم

خطائے غیر اجتہادی سوائے شرذمہ قلیلہ کے سب اھل سنت اس کے وقوع کے قائل ہیں کیونکہ یہ زلت کی قسم ہے اس کا حکم گذر چکا ہے۔

☆ زلت اور خطا کے انبیاء علیھم السلام سے واقع ہونے کے قائلین اماموں اور ولیوں کے حوالہ جات

المحرر

في أصول الفقه

تأليف

الإمام أبي بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسي

المتوفى سنة ٤٥٠هـ

خرج أحاديثه وعلق عليه

أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة

الجزء الأول

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

باب الكلام في أفعال النبي عليه السلام

اعلم بأن أفعاله التي تكون عن قصد تنقسم أربعة أقسام: مباح، ومستحب، وواجب، وفرض. وهنا نوع خامس وهو الزلة، ولكنه غير داخل في هذا الباب؛ لأنه لا يصلح للاقتداء به في ذلك، وعقد الباب لبيان حكم الاقتداء به في أفعاله؛ ولهذا لم يذكر في الجملة ما يحصل في حالة النوم والإغماء لأن القصد لا يتحقق فيه فلا يكون داخلاً فيما هو حد الخطاب. وأما الزلة فإنه لا يوجد فيها القصد إلى عينها أيضاً، ولكن يوجد القصد إلى أصل الفعل. وبيان هذا أن الزلة أخذت من قول القائل: زل الرجل في الطين إذا لم يوجد القصد إلى الوقوع ولا إلى الثبات بعد الوقوع، ولكن وجد القصد إلى المشي في الطريق، فعرفنا بهذا أن الزلة ما تتصل بالفاعل عند فعله ما لم يكن قصده بعينه، ولكنه زل فاشتغل به عما قصد بعينه، والمعصية عند الإطلاق إنما يتناول ما يقصده المباشر بعينه وإن كان قد أطلق الشرع ذلك على الزلة مجازاً. ثم لا بد أن يقترن بالزلة بيان من جهة الفاعل أو من الله تعالى، كما قال تعالى مخبراً عن موسى عليه السلام عند قتل القبطي: **﴿هذا من عمل الشيطان﴾**[1] الآية، وكما قال تعالى: **﴿وعصى آدم ربه فغوى﴾**[2] الآية وإذا كان البيان يقترن به لا محالة علم أنه غير صالح للاقتداء به.

ثم اختلف الناس في أفعاله التي لا تكون عن سهو ولا من نتيجة الطبع على ما جبل عليه الإنسان ما هو موجب ذلك في حق أمته. فقال بعضهم: الواجب هو الوقف في ذلك حتى يقوم الدليل. وقال بعضهم: بل يجب اتباعه والاقتداء به في جميع ذلك إلا ما يقوم عليه دليل. وكان أبو الحسن الكرخي رحمه الله يقول: إن علم صفة فعله أنه فعله واجباً أو ندباً أو مباحاً فإنه يتبع فيه بتلك الصفة، وإن لم يعلم فإنه يثبت فيه صفة الإباحة، ثم لا يكون الاتباع فيه ثابتاً إلا بقيام الدليل. وكان الجصاص رحمه الله يقول بقول الكرخي رحمه الله إلا أنه يقول: إذا لم يعلم فالاتباع له في ذلك ثابت حتى يقوم الدليل على كونه مخصوصاً. وهذا هو الصحيح.

فأما الواقفون احتجوا فقالوا: لما أشكل صفة فعله فقد تعذر اتباعه في ذلك على وجه

---

(١) آية (١٥) سورة القصص. (٢) آية (١٢١) سورة طه.

مركز البحوث الإسلامية
إستانبول

سلسلة عيون التراث الإسلامي
رقم ١٠

المنتقى من عصمة الأنبياء

نور الدين أحمد بن محمود بن أبي بكر الصابوني
(ت ٥٨٠ هـ/ ١١٨٤ م)

تحقيق
أ.د. محمد بولوط

دار ابن حزم

[البشاغري] رَحِمَهُ ٱللَّهُ هذا الكتاب وسمّاه **عصمة الأنبياء**.

اتفق أهل السنة والجماعة أنهم معصومون عن الكفر والكبائر، وقال بعضهم: يجوز منهم الصغائر. وقال بعضهم: لا نُطلِق على فعلهم اسم الذنب صغيراً كان أو كبيراً ولكن نُجوّز منهم الزلل.[1] وقال الشيخ أبو منصور رَحِمَهُ ٱللَّهُ: يجوز منهم ترك الأفضل لا ترك المأمور وإتيان المنهيّ،[2] نحو ما ذكر الله تعالى /[٥ظ] من حبيبه: ﴿عَفَا ٱللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ﴾.[3] والإذن من الإمام وعدم الإذن جائز، لكن الأفضل عند الله أن لا يأذن. فعاتبه الله تعالى[4] على ذلك؛ ونحوَ قوله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَ تَبْتَغِى مَرْضَاتَ أَزْوَٰجِكَ﴾،[5] وتحريم الحلال يمين وإنه جائز؛ ونحو قوله تعالى: ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ . أَن جَآءَهُ ٱلْأَعْمَىٰ﴾،[6] والإعراض عن الأعمى ـ وهو لا يعاينه ليتأذّى به ـ في حال ترغيب رؤساء الكفرة للإسلام أيضاً جائز، لكن عند الله تعالى الإقبال على الأعمى وترك الكفرة كان أفضل. فعاتبه الله تعالى على ذلك فقال: ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ﴾. ومع ذلك قرن بهذا العتاب تعظيمه بمخاطبته[7] على سبيل المغايبة كما يخاطَب العظماء، فقال: ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ﴾ ولم يقل «عَبَسْتَ وتولَّيْتَ». وكذا[8] قدّم العفو على العتاب في قوله: ﴿عَفَا ٱللَّهُ عَنكَ﴾،[9] ولولا أنه قرن اللطف بهذا العتاب[10] وإلا لم يَقِرّ قلبه لعتاب الله تعالى.

فالحاصل أن أحداً من أهل السنة والجماعة لم يُجوّز منهم ارتكاب المحظور إيثاراً لشهوتهم وهواهم على رضا الله تعالى، وإن تلفظوا بلفظة الذنب فليس المراد منه الذنب المعتادَ /[٦و] فيما بين العباد، ولكن المراد منه مباشرة فعل له تَبِعَة من جهة العتاب أو غير ذلك. وهو حقيقة اللفظ، إذ

---

١ ى: الزلل منهم.

٢ ى: المزجور. انظر: تأويلات القرآن للماتريدي، ٤٠١/١٣.

٣ سورة التوبة، ٤٣/٩.

٤ ى ـ الله تعالى.

٥ سورة التحريم، ١/٦٦.

٦ سورة عبس، ١/٨٠ ـ ٢.

٧ ى: لمخاطبته.

٨ ى: وكذلك.

٩ سورة التوبة، ٤٣/٩.

١٠ ى: قرن العتاب بهذا اللطف.

التفسيرات الاحمدية

في بيان

الآيات الشرعية

فهذا الكتاب النافع للبرية المرغوب لاصحاب الآراء السنية تصنيف المولى الجليل الفاضل

النبيل جامع المعقول والمنقول حاوي الفروع والاصول الشيخ احمد المدعو بملا جيون الجونفوري

محشّٰی

بالحواشي الرائقة المذيلة بالاذيال الفائقة للعالم العامل والفاضل الكامل

آية من آيات الله ذي العرش العلامة المولوي رحيم بخش

مکتبہ حقانیہ
محلہ جنگی، پشاور
فون: ۲۱۰۴۹۳

مركز البحوث الإسلامية
إستانبول
سلسلة عيون التراث الإسلامي
رقم ١٢

التمهيد
في بيان التوحيد

أبو شكور السالمي
(ت بعد ٤٦٠ هـ / ١٠٦٨ م)

تحقيق
د. عمر تركمان

مراجعة
أ. د. بكر طوپال أوغلي
أ. د. محمد آروتشي

نشريات وقف الديانة التركي

منهم قصدًا، والله تعالى غفر لهم اكتسابهم[1] وعفا عنهم رحمةً وفضلًا.[2] والمعنى فيه وهو أنه لو حصل منهم[3] المعصية لجاز منهم[4] الصغيرة، ولو جاز منهم[5] الصغيرة لجاز منهم[6] الكبيرة؛ ولو جاز[7] منهم[8] الكبيرة لجاز منهم الكفر. ولو كفر [النبي] يؤدي إلى بطلان الدين والشرائع، لأن الكفر يوجب بطلان العمل فيؤدي إلى تكفير الأمة بكفره، وهذا محال. ولأن[9] الأنبياء حجة الله تعالى على خلقه،[10] والحجة لا تَنقص[11] ولا تَبطل، فصح ما قلنا. ولأن الرسول يدّعي الحق لا محالة[12] ويُظهر المعجزة على صحة دعواه. ثم لو جاز منهم الكفر لجاز في كل حين وأوان، ووقتٍ وزمان. ثم الكفار[13] لو طلبوا منه المعجزة وهو يكفر بالله في تلك الساعة لكان لا يقع الفرق بين المدعي والمنكِر،[14] ولكان لا يصح الدعوى على النبوة[15] من غيره لثبوت[16] الشبهة ولجواز[17] الكفر منه. ولا يجوز من الحكمة أن يرسل رسولًا غير آمنٍ من الكفر فيكون[18] في العاقبة هو ومن أنكر فيه على السواء، وهذا غير جائز.

والزلة من الأنبياء جائزة عند عامة[19] الفقهاء. وقال بعض المعتزلة: غير جائزة.[20] وصورة المسألة هو[21] أن يكون صغيرة من غير قصد.[22]

القول في المعجزة

اعلم بأن ثبوت النبوة وصحتها يتحقق بإظهار المعجزة. وحدّ المعجزة[23] [هو أمر خارق] يَظهَر عقيب السؤال والدعوى، ناقضًا للعادة من غير استحالة بجميع الوجوه، ويَعجَز الناس عن إتيان مثله بعد التجهّد والاحتيال إذا كان لهم حذاقة ورَزانة

[1] ر ل: لهم عند اكتسابهم.
[2] ل: فضلا ورحمة.
[3] ل: منه.
[4] ل: منه.
[5] ل: منه.
[6] ل: منه.
[7] ر: والمعنى فيه وهو أنه لو حصل منه المعصية لجاز الصغير ولو جاز الصغيرة لجاز منه الكبيرة ولو جاز.
[8] ر ل: منه.
[9] ر: فلأن.
[10] س: على الخلق.
[11] ر ل: لا ينقص.
[12] س ل + ولكان.
[13] ل: ثم للكفار.
[14] ر - والمنكر.
[15] س ر: على نبوة.
[16] ر: من غير الثبوت.
[17] ر: ولا يجوز.
[18] ل: ليكون.
[19] ر: عند عاتية.
[20] ل: غير جائز.
[21] س ر - هو.
[22] س: من القصد؛ ر: من غير فصل.
[23] جميع النسخ + أن.

فلسفه و عرفان

۴

شرح التعرف لمذهب التصوف

نور المریدین و فضیحة المدعین

خواجه امام ابو ابراهیم اسماعیل بن محمد مستملی بخاری

ربع سوم

با مقدمه و تصحیح و تحشیه

محمد روشن

انتشارات اساطیر

۵۵

الباب التاسع عشر

قولهم فیما اضیف الی الانبیاء [صلوات‌الله علیهم] من الزلل

اختلاف است مردمان را اندر زلات انبیا صلوات‌الله علیهم.
معتزلیان و گروهی از اهل سنت مر انبیا را معصوم دارند و بر انبیا
زلت روا ندارند، نه صغیره و نه کبیره. و عامهٔ اهل سنت و جماعت
بر انبیا زلت روا دارند به‌شرط آنکه صغیره باشد و کبیره نباشد.
و مر همه را اتفاق است که از انبیا کفر روا نباشد؛ مگر طایفه‌ای
از مبتدعان و ضالان که این روا داشتند، ولکن بتدریج روا داشتند.
گفتند روا باشد که انبیا از نبوت معزول گردند تا یکی از عامهٔ
مؤمنان گردند، و چون نبوت برخاست بر هر مؤمنی کفر جایز باشد. ۱۰
و نزدیک ما این قول خطا است و بدعت و ضلالت و کفر است.
انبیا را خود عزل [۲۲ الف] روا نباشد. و چون از نبوت عزل روا
نباشد کفر هم روا نباشد. از بهر آنکه کفر محل عداوت است و
ایمان محل محبت، ولکن هرچند کافر به کفر عدو خداوند است
عزوجل ورا پدید نیامده است که خداوند عدوی وی است. چون حال ۱۵
ملتبس است حکم وی نیز موقوف است؛ یا بر کفر از این جهان
بیرون شود تا عداوت خدای مر ورا حقیقت گردد. یا کفر بر وی

زوال آید، پدید آید که خدای عزوجل مر ورا عدو نبوده است.

و مؤمن هرچند مر خداوند را بـه حکم ایمان محب است پدید نیامده است محبت خداوند مر ورا. چون حال ملتبس است حکم وی نیز موقوف است. یا از این جهان بـر ایمان بیـرون رود تامحبت
۵ خداوند مر ورا حقیقت گردد یا ایمان بر وی زوال آید، و نعوذبالله، تا پدید آید که خداوند عزوجل ورا عدو بوده است. و ایـن توقف اندر محبت و عداوت اندر حال انبیا روا نباشد، از بهر آنکه انبیا احبا باشند لامحاله از بهـر آنکـه ایشان اخص خصوص‌اند مقامی نیست مر خاصیت را برتـر از نبوت. پس ایشان خـاص‌ترین همه
۱۰ دوستان باشند. و تا محل خود این نباشد نبوت را نشاید.

پس محبت خداوند عزوجل مر انبیا را درست گشته باشد تا مر ایشان را نبوت آید. و چون محبت خداوند مر بنده را درست گشت از کفر آمن گشت، از بهر آنکه تغیر و تبدل بر صفت مخلوقان روا باشد و بر صفات حق روا نباشد. هرکرا محب است عدو نگردد، و
۱۵ هرکرا عدو است حبیب نگردد؛ [۲۲ ب] ولکن هرچند آن کسی که حق مر ورا محب است به وصف اعدا است چون سحرهٔ فـرعون. سلطان محبت حق غالب گردد و مر ایشان را به صفت احبا آرد. و هر کسی که حق عزوجل مر ورا عدو باشد هرچند به صفت احبا باشد، چون ابلیس لعنه‌الله سلطان عداوت حق مر ورا از وصف اولیا به وصف
۲۰ اعدا آرد.

و این از بهر آن است که هرچه محدثات‌اند معدوم بودند موجود گشتند، و از پس وجـود عـدم برایشان جایـز. و عدم با وجـود متناقضین‌اند. عدم نیستی است و وجـود هستی. باز تغیر صفات زیادتی باشد یا نقصانی اندر اوصاف با بقای ذات. و تغیر اوصاف
۲۵ با بقای ذات کمتر از نیست گشتن ذات. چون تغیری کـه از عدم به وجود [روا] بود و از وجود به‌عدم روا بود بر محدثات‌اولیتر که‌تغیر صفات با بقای ذات روا باشد. از بهر آنکه تغیر صفات رفع ذات واجب نکند. باز فنای ذات تعطیل صفات واجب کند. [گاه حبیب را به لباس اعدا دارد تا خلعت محبتش پوشاند؛ و گاه عدو را به رنگ

و اما سخن اندر کبایر انبیا [صلوات‌الله علیهم]

مذهب گروهی آن است که از انبیا علیهم‌السلام کبایر روا دارند و حجت آرند به قصهٔ برادران یوسف علیهم‌السلام که ایشان پدر را بیازاردند و بدادر را بفروختند و پیش پدر دروغ گفتند که مر ورا گرگ بخورد. این همه کبایراند. و اهل سنت و جماعت از انبیا علیهم‌السلام کبیره روا ندارند: از بهر آنکه کفر کبیره‌ای است‌از کبایر؛ و از انبیا علیهم‌السلام کفر روا نیست، دیگر کبیره هم روا نباشد. از بهر آنکه از هر کسی که یکی کبیره روا باشد همه کبایر روا باشد. دلیل بر این بر غیر انبیا علیهم‌السلام. و نیز کبیره‌موجب عقاب است الا آن است که عقاب به کبیره اندر حد جواز است. و باز عقاب به کفر اندر حد وجوب است؛ و انبیا علیهم‌السلام نشاید که چیزی کنند که مستوجب عقاب خدای گردند. و نیز زلات انبیا که جایز است از بهر آن معنی است، والله اعلم، تا امت از ایشان عذر تقصیر خواستن و توبه کردن بیاموزند. و این‌معنی به‌صغیره‌حاصل آید. جواز کبیره را معنی نیست.

و اما احتجاج ایشان به قصهٔ بدادران یوسف علیهم‌السلام. جواب

از ایشان اقامت طاعت بیامختند و اصلاح تقصیر نیاموزند. و مر
خلق را بـه اصلاح تقصیر حاجت بیش از آن است کـه به اقامت
طاعت. تقصیری که آن صغیره است نه کبیره و از غیر انبیا اگر
آن بیامدی مغفور بودی به اجتناب کبایر برایشان برود. و باز مر
۵ ایشان را عتاب آید تا عذر آن بخواهند تـا دیگران بدانند کـه از
صغیره عذر همی [چنین] بایـد خواستن، از کبیره چگـونه بایـد
خواستن! پس معنی تجویز صغایر بر ایشان این است.
و گروهی چنین گفتند که همین صغیره از ایشان به تأویل روا
باشد نه به قصد، و مر آن تأویل را وجوه گفتند. یك وجه آن است.
۱۰ والله اعلم، که اندر کتاب یاد کرده است.
[قوله] «قال جنید و النوری و غیرهما من‌الکبار ان ماجری علی
الانبیاء علیهم‌السلام جـری علی ظواهـرهم و اسرارهم مستوفـاة
بمشاهدات الحق». گفت آنچه بر پیغامبران رفت صلوات‌الله علیهم
از زلات بر ظاهر ایشان رفت نه بر سرهای ایشان. و سرهای‌ایشان
۱۵ مشغول بود به مشاهدات حق. معنی این سخن آن است، والله اعلم،
که سر انبیا به هیچ‌وقت‌از شغل حق فارغ نباشد؛ ولکن بر دوام اندر
تفکر جلال و جمال حق باشند. گاه اندر خوف جلال باشند گاه اندر
رجای جمال باشند. آن مشاهدات تفکر باشد نه مشاهدات معاینه.
و مثل این چنان باشد که کسی مشتاق باشد به چیزی غایب یا
۲۰ خایف باشد از چیزی غایب [۲۸ ب] چون شوق و خـوف وی غلبه
گیرد، همگی تفکر وی بدان چیز گردد؛ آن غایب ورا اندر فکرت سر
چون شاهد گردد بظاهر [از حاضران] غایب گردد. آنگاه بظاهر وی
چیزی را بزنند و از زخم خبر ندارد؛ یا به‌کسی اندر نگرد و از دیدن
خبر ندارد؛ یا با کسی سخن گـوید و از آن سخن گفتن خبر ندارد؛
۲۵ یا کسی با وی سخن گوید آری کند و از شنیدن خبر ندارد؛ از بهر
آنکه سرش از نفس غایب است و نفسش از سر غـایب. مثل زلات
انبیا علیهم‌السلام این است. اسرار ایشان به مشاهدت حق مشغول
اندر تفکر آلا و نعمای وی یا اندر تفکر عظمت و هیبت وی و آنچه
بدین ماند. بر نفس ایشان چیزی نرود بـی‌قصد و اعتقاد از بهر

بدين دوستي بنازيت که دوستي با عتاب بهتر از دشمني بی‌عتاب.

باز گفت:

«و اثبتها بعضهم و قالوا انها كانت على جهة التأويل والخطأ فيه». و گروهي [۳۱ ب] انبيا را زلت ثابت کردند و گفتند بر جهت تأويل و خطا بود، يعني انبيا عليهم‌السلام قصد خلاف نکردند، ولکن ۵ مر آن را تاويل صواب دانستند و خطا آمد. باز اندر آن تأويل سخن گفتند.

گروهي گفتند که به فرامشتي کردند نه بعمد. و قصهٔ آدم حجت آوردند: فنسي ولم نجد له عزما. و گفتند روا نباشد کـه انبيا را ۱۰ تأويل خطا افتد؛ از بهر آنکه تأويل مجتهدان را باشد و انبيا را اجتهاد نباشد. آنچه‌کنند همه به‌وحي کنند و به‌وحي گويند. چنانکه خداي گفت عزوجل: و ما ينطق عن الهوى، ان هوالا وحي يوحى.

و گروهي اين رد کردند و گفتند نسيان نبود از بهر آنکه خداي گفت‌عزوجل: وقاسمهما اني‌لكما لمن‌الناصحين. چگونه فرامشت‌کار ۱۵ باشد که ابليس ورا همي ياد دهد. و نيز گفت: ما نهيكما ربكما عن هذه‌الشجره. اشارت کرد بدان درخت. اگر آدم ناسي بود چون يـاد آوردش ياد آمدي لامحاله. پس دانستيم که اين‌حال نسيان نبود،ولکن مر اين را تأويلي بود جز نسيان. و گروهي مر آن تأويل را انـدر جنس نهادند نه اندر عين. اين چنان باشد که خداي عـزوجل مر ۲۰ ايشان را گفت: لا تقربا هذه الشجره. به نهي اشارت به يك شجره افتاد، و مراد جنس آن شجره بود نه عين مشاراليه. و از آن جنس درخت اندر بهشت بسيار بود. آدم عليه‌السلام پنداشت مـراد عين مشاراليه است نه جنس. و ورا اندر اين تأويل خطا افتاد. از درختي ديگر که از جنس مشاراليه بود بخورد.

۲۵ و گروهي‌چنين‌گفتند‌که‌زلات انبيا عليهم‌السلام‌بران معني باشد که مر ايشان را اندر چيزي اطلاق آمده باشد بران ديگري را قياس کنند [۳۲ الف] و به اجتهاد خويش برانند؛ و نزديك خداي تعالى آن حكم منسوخ گشته باشد. ايشان را بدان اجتهاد عتاب آيد.

و گروهي چنين گفتند که پيغامبران خـود به تأويل خطا کـار

نکنند و صواب کنند آنچه کنند، ولکن هرچند صواب کنند باید که
به امر کنند. چون امر نیابند عتاب آید از بهر نابایستن امر نه از
بهر خطا. این چنان است که خدای گفت عزوجل اندر قصهٔ پیغامبر
صلی‌الله‌علیه عفاالله عنك لم اذنت لهم. عفو زلت را باشد و عتاب-
که چرا کردی هم زلت را باشد. و آنچه وی کرد اندر دین جایی
کوست نزد، ولکن‌بایستی‌که منتظر بودی امر را. چون امر را انتظار
نکرد عتاب آمد. ولکن اندر عتاب فایده‌ای بزرگ آمد، و آن آنست
که همه را عتاب پیش آورد و عفو سپس، و مر ورا عفو مقدم کرد
بر عتاب. و اندر این حکمتی‌است، و آن آنست‌که چون عتاب مقدم
۱۰ باشد از عذر چاره نباشد تا عفو آید. و چون عفو مقدم باشد به‌عذر
حاجت نیاید. عذر خواستن مقام ذل است همه را به مقام ذل آورد و
ورا صلی‌الله‌علیه به مقام عز نگاه داشت.

و از این نیکوتر فایده‌ای هست و آن آنست که اگر عفو مقدم
نبودی طاقت سماع عتاب نداشتی؛ و اگر عتاب نبودی بر آلودگی
۱۵ بماندی. عتاب کرد پاکی را و عفو کرد نگاه داشتن ذل را. و گروهی
چنین گفتند که تأویل زلت ایشان آن باشد که بر رضای کسی روند
کمتر از خویشتن، چنانکه خدای گفت عزوجل: لم تحرم ما احل‌الله
لك تبتغی مرضات ازواجك. چرا همی حرام کنی بر خویشتن آنچه
ما ترا حلال کردیم. تبتغی مرضات ازواجك. [۳۲ ب] خشنودی
۲۰ زنان همی جویی. عتاب نه از بهر حرام کردن حلال آمد چه از بهر
جستن رضای زنان آمد. معنی این سخن آن باشد که سید عالم توی.
همه را رضای تو باید جستن نه ترا رضای کس دیگر.

و از این نیکوتر هست و آن آنست که ما ترا خداوندیم و تو ما
را بنده. و باز دیگران ترا کهتراند و تو ایشان را مهتر. من که سید
۲۵ توام، همی رضای تو جویم، چنانکه گفت: فلنو لینك قبلة ترضاها.
و نیز گفت: ولسوف یعطیك ربك فترضی. ترا رضای کس‌دیگر چرا
باید جستن. و گروهی چنین گفتند که زلت انبیا چنان باشد که به
تأویل سخنی بگویند و مر آن تاویل را معنی صحیح ولکن ظاهر
شنوند و معنی ندانند. عتاب آید از بهر آنکه ایشان بیان را اند نه

عفو زلت را باشد

ای دیگران

بهر آنکه از شوق توبه کردن کفر است. باطن مشتاق بود توبه نکرد ظاهر محل باطن آرزو کرد. توبه کرد ظاهر را ادب کردند تا بیش بی‌حرمتی نکند. یا مشغول گـردند، تا بیگانه میان دوست و دوست نگنجد. هم آن قصور که اندر ظاهر موسی افتاد به صعق و سر به‌حق
۵ مشغول. زلات انبیا را معنی همین باشد. باطن به دوست مشغول‌گردد به ظاهر قصور افتد؛ و این خود متعارف است میان خلق که هرکرا محبت چیزی غالب گردد از صلاح خویش و از صلاح همه دنیا غافل گردد.

اگر نه آنستی کـه انبیا علیهم‌السلام مقتدای خلـق‌اند و آینهٔ
۱۰ حق‌اند چون یکبارگی غافل شوند خلق هلاك شوند، و اگـرنه اندر غلبات مشاهـدات و شوق ایشان بایدی کـه هرگز با خلـق صحبت نکنندی. ولکن حق عزوجل سر ایشان را به خود همی مشغول دارد. صلاح ایشان را و ظاهر ایشان را به خلق همی مشغول دارد صلاح خلق را. پس سهو پیغامبر صلی‌الله علیه اندر نماز هم بر این‌معنی
۱۵ باشد، به چیزی مشغول گشتی که آن برتر از سد هزار نماز، تا ورا اندر نماز سهو افتادی.

تا همی حکایت آرند از جنید که وی چنین گفت کاشکی من بدان سهو پیغامبر رسیدمی. و گروهی این از ابوبکر روایت آرند، ولکن درست نیست این چنین استاخی جنید کند و صدیق نکند. استاخـی
۲۰ کردن مقامی که جای تو نیست بی‌حرمتی باشد. بر جنید بی‌حرمتی روا باشد و بر صدیق روا نباشد. باز اندر کتاب مر این را دلیل آورد گفت:

«لقوله صلی‌الله‌علیه جعلت قـرة عینی فی‌الصلوة». گفت چشم روشنایی من اندر نماز نهادند. [۳۷ الف]

۲۵ «اخبر ان فی‌الصلوة ما تقر به عینه». خبر داد کـه اندر نماز چیزی است که چشم من به وی روشن گردد.

«ولم یقل جعلت قـرة عینـی الصلـوة». و نگفت چشم روشنایی من نمـاز است. یعنـی نگفت چشم مـن بـه نماز روشن گـردد، ولکن گفت اندر نماز روشن گردد. درست شد که مر ورا اندر نماز

هر کسی که به چیزی مشغول گردد به‌مقدار اشتغال وی‌بدین [چیز] از غیر وی فراغت یابد، و این فصل یا عارفان شناسند یا عاشقان. پس مصطفی صلی‌الله‌علیه هرچند به سر محجوب نبود از حق‌عزوجل بیرون از نماز ظاهرش به خلق مشغول بود. مشاهدت بر کمال نبود. ۵ چرا اندر نماز آمدی ظاهر از خلق فراغت یافتی. از مشاهدت سر لذت برداشتی. سر را مشاهدت بر دوام بودی، ولکن ظاهر نصیب آنگاه برداشتی که اندر نماز آمدی و از خلق ورا بیش خبر نماندی. از این معنی گفت: «جعلت قرة عینی فی‌الصلوة».

«و کل من اثبتها زللا و خطایا فانهم جعلوها صغایر مقرونة ۱۰ بالتوبه». و هرکه مر انبیا را زلات و خطا روا دارد، آن را صغایر دارد و نه کبایر و مقرون دارد به توبه.

اندر این سخن دو معنی است: یکی آنکه زلات انبیا صغایر باشد و کبایر نباشد، از بهر آنکه کبایر [۳۸ الف] موجب عقوبت‌اند و اهل کبایر به وعید خدای عزوجل داخل‌اند، ولکن با همین وعید ۱۵ مشیت خداوند را است عزوجل، و انبیا علیهم‌السلام نشاید که به وعید خدای تعالی داخل گردند، و نشاید که مستوجب عقوبت گردند. و اگر بر ایشان یك کبیره جایز باشد دیگر کبیره‌ها جایز باشد، و کفر از جمله کبیره‌ها است آنگاه کفر بر ایشان جایز بود، و این محال است. درست شد که ایشان از کبایر معصوم باشند، و ۲۰ زلتی که از ایشان بیاید صغیره باشد.

و دیگر معنی آن است که بر ایشان اصرار روا نباشد، از بهر آنکه اصرار بر کسی روا باشد که ز وی قصد گناه روا باشد. و ما بر انبیا علیهم‌السلام همین صغایر که روا داشتیم بقصد روا نداشتیم ولکن به نسیان روا داشتیم، یا به تأویل. چون مر ایشان را یاد آید ۲۵ که ما غلط یا خطا [کردیم] تأویل ظاهر گردد، هم اندر وقت به عذر مشغول گردند، از بهر آنکه اگر عذر نخواهند اصرار باشد، و اصرار بتر از قصد به ابتدا. و چون این اصل ثابت گشت دو چیز بباید دانستن: یکی آنکه از حق عزوجل با بزرگان به کاری خبر دادن عتاب باشد که با دیگران نباشد از بهر بزرگی محل ایشان را

زلات انبیاء صغایر باشند

صغائر بقصد روا نداشتیم

غلط یا خطا کردیم

شرح الفقه الأكبر

المسمّى

مختصر الحكمة النبوية

تصنيف

الشيخ إسحاق الحكيم الرومي

المتوفى سنة ٩٥٠هـ

دراسة وتحقيق وإعداد

بايزيد نيتسفيتش

BAJAZID NICEVIĆ

إشراف

الدكتور ماجد الدرويش

من الله تعالى كما قال في آدم عليه السلام: ﴿وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ ۝﴾[1] ونعني بالقصد في زلة قصد الفعل لا قصد العصيان، وإذا لم تخل الزلة عن البيان لم يشكل على أحد أنها مما لا يتبع النبي عليه السلام فيها فيبقى العبرة للأنواع الثلاثة[2].

وقال شمس الأئمة محمد السرخسي رحمه الله في أصول الفقه، باب الكلام في أفعال النبي عليه السلام: (اعلم بأن أفعاله[3] التي تكون عن قصد تنقسم على أربعة أقسام: مباح، ومستحب، وواجب، وفرض. وهنا نوع خامس وهو الزلة، (ولكنه غير داخل في هذا الباب؛ لأنه لا يصلح للاقتداء به)[4] في ذلك، وعقد الباب لبيان حكم الاقتداء به في أفعاله؛ ولهذا لم نذكر[5] في الجملة ما يحصل في حالة[6] النوم والإغماء، لأنّ القصد لا يتحقق فيه فلا يكون داخلاً[7] فيما هو حد الخطاب. وأما الزلة فإنه لا يوجد فيها القصد إلى عينها أيضًا، ولكن يوجد القصد إلى أصل الفعل. وبيان هذا أن الزلة أخذت من قول القائل: زلّ الرجل في الطين إذا لم يوجد القصد إلى الوقوع ولا إلى الثبات بعد الوقوع، ولكن وجد القصد إلى المشي في الطريق، فعرّفنا بهذا أن الزلة ما/[أ 37/أ] يتصل بالفاعل عند فعله ما لم يكن قَصَدَه بعينه، ولكنه زل فاشتغل به عما قصد بعينه، والمعصية عند الإطلاق إنما تتناول ما يقصده[8] /[ج 31/أ] المباشرُ بعينه وإن كان قد أطلق الشرعُ ذلك على الزلة مجازًا. ثم لا بد أن يقترن بالزلة بيان من جهة الفاعل أو من الله تعالى، كما قال الله تعالى مخبرًا عن موسى عند قتل القبطي: ﴿هَٰذَا مِنۡ عَمَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ﴾[9] الآية، وكما قال تعالى: ﴿وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ ۝﴾[10] الآية، وإذا كان البيان يقترن به لا محالة علم أنه غير صالح للاقتداء به[11]). إلى هنا عبارته رحمه الله[12].

---

(1) سورة طه، الآية: 121.

(2) تقويم الأدلة في أصول الفقه للإمام أبي زيد الدبوسي، دار الكتب العلمية، بيروت، سنة 1421هـ/ 2001م: ص 247.

(3) في (ب): الأفعال.

(4) ما بين القوسين ساقط من (ب).

(5) في (ب): لم نذكره إلا في..

(6) في (ب): حال.

(7) في (ج): فلا يدخل فيما..

(8) في (أ): يقصد.

(9) سورة القصص، الآية:15.

(10) سورة طه، الآية: 121.

(11) "به" ساقط من (ب).

(12) أصول السرخسي، مصدر سابق: ج2/ص87.

شرح كتاب
الفقه الأكبر

للإمام الأعظم
أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي
رضي الله عنه

الشرح
للإمام الملا علي القاري الحنفي
المتوفى سنة ١٠١٤هـ

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه
علي محمد دندل

مكتبة رشيدية
سركى روڈ كوئٹہ. فون: ٢٦٦٢٢٦٣

Scanned with CamScanner

....

يستغفر إذا فرغ من الصلاة، وكذا إذا خرج من قضاء الحاجات ومن هذا القبيل قول رابعة العدوية: استغفارنا يحتاج إلى استغفار كثير، وله معنيان أحدهما: أصدق من الآخر فتأمل وتدبّر فلنعطف من هذا المقام إلى ما كنّا في صدده من الكلام.

فذكر القاضي أبو زيد[1] في أصول الفقه أن أفعال النبي ﷺ عن قصد على أربعة أقسام: واجب ومُستَحبّ ومُباح وزلّة، فأما ما كان يقع من غير قصد كما يكون من النائم والمخطىء ونحوهما فلا عبرة بها، لأنها غير داخلة تحت الخطاب، ثم الزلة لا تخلو عن القرآن ببيان أنها زلّة إما من الفاعل من نفسه كقول موسى حين قتل القبطي بوكزته هذا من عمل الشيطان وإما من الله سبحانه كما قال الله تعالى في حق آدم عليه السلام: ﴿وعصي آدم ربه فغوى﴾[2]. مع أنه قيل زلّته كانت قبل نبوّته لقوله تعالى: ﴿ثم اجتباه ربه فتابَ عليه وهدى﴾[3]. وإذا لم تخل الزلّة عن البيان لم يشكل على أحد أنما غير صالحة للاقتداء بها فتلقّى العبرة للأنواع الثلاثة.

وقد ذكر شمس الأئمة أيضًا نحوه، وفي شرح العقائد أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام معصومون عن الكذب خصوصًا فيما يتعلق بأمر الشرع وتبليغ الأحكام وإرشاد الأمة أما عمدًا فبالإجماع، وإما سهوًا فعند الأكثرين وفي عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل وهو أنهم معصومون عن الكفر قبل الوحي وبعده بالإجماع، وكذا عن تعمّد الكبائر عند الجمهور خلافًا للحشوية[4]، وأما سهوًا فجوّزه الأكثرون، وأما الصغائر فتجوز عمدًا عند الجمهور خلافًا للجبائي وأتباعه، وتجوز سهوًا بالاتفاق إلا ما يدل على الخسّة كسرقة لقمة وتطفيف حبة، لكن المحقّقين اشترطوا أن ينبّهوا عليه فينتهوا عنه هكذا كله بعد الوحي، وأما قبله فلا دليل على امتناع صدور الكبيرة خلافًا للمعتزلة ومنع الشيعة صدور الصغيرة والكبيرة قبل الوحي وبعده، لكنهم جوّزوا إظهار الكفر تقية[5] فما نقل

---

(١) هو القاضي عبيد الله بن عمر الدبوسي المتوفى سنة ٤٣٠هـ وأشهر مصنفاته: تأسيس النظر وتقويم الأدلة المعروف بأصول الدبوسي.

(٢) طه: ١٢١.

(٣) طه: ١٢٢.

(٤) الحشوية هم الذين أدخلوا في الحديث كثيرًا من الغرائب وسُمّي ذلك حشوًا أي حشو الحديث بالأخبار الغريبة، والروايات المغلوطة، ومنها المأخوذ عن اليهود، وهو ما يسمى بالإسرائيليات. وهم مشبهة. انظر المِلَل والنّحَل ١/ ١٠٤-١٠٥.

(٥) التقية: هي المداراة، والتظاهر بعقيدة لا يعتقد بها صاحبها.

ومحمد عليه الصلاة والسلام نبيه ....

عن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام مما يُشعِر بكذب ويمعصية بطرق ثابتة فمصروف عن ظاهره إن أمكن، وإلا فمحمول على ترك الأولى، أو كونه قبل البعثة[1].

وقال ابن الهمام والمختار أي: عند جمهور أهل السُنّة العصمة عنها أي عن الكبائر لا الصغائر غير المنفّردة خطأ أو سهوًا، ومن أهل السُنّة مَن منع السهو عليه والأصح جواز السهو في الأفعال، والحاصل: أن أحدًا من أهل السُنّة لم يجوز ارتكاب المنهي منهم عن قصد، ولكن بطريق السهو والنسيان ويسمى ذلك زلّة.

قال القونوي: واختلف الناس في كيفية العصمة، فقال بعضهم: هي محض فضل الله تعالى بحيث لا اختيار للعبد فيه وذلك إما بخلقهم على طبع يخالف غيرهم بحيث لا يميلون إلى المعصية ولا ينفرون عن الطاعة كطبع الملائكة، وإما بصرف همّتهم عن السيئات وجذبهم إلى الطاعات جبرًا من الله تعالى بعد أن أودع في طبائعهم ما في طبائع البشر.

وقال بعضهم: العصمة فضل من الله ولطف منه، ولكن على وجه يبقى اختيارهم بعد العصمة في الإقدام على الطاعة والامتناع عن المعصية وإليه مال الشيخ أبو منصور الماتريدي حيث قال: العصمة لا تُزيل المحنة أي الابتلاء والامتحان يعني لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية، بل هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقًا للابتلاء والاختيار (ومحمد رسول الله ﷺ) أي محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مُرّة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن نضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان هذا القدر من نسبه عليه الصلاة والسلام لم يختلف فيه أحد من العلماء الأعلام، وقد رُوِيَ من أخبار الآحاد عنه عليه الصلاة والسلام أنه نسب نفسه كذلك إلى نزار بن معدّ بن عدنان[2] (نبيّه) وفي نسخة

---

(١) العقائد النسفية ٢١٥ـ ٢١٦ بشيء من التصرّف.

(٢) اضطربت كلمة النسّابين فيما بعد عدنان حتى نراهم لا يكادون يجمعون على جدّ حتى يختلفوا فيمن فوقه، وقد حكي عن النبي ﷺ أنه كان إذا انتسب لم يتجاوز في نسبه إلى عدنان بن أدد ثم يمسك ويقول: كذب النسّابون. وقال عمر بن الخطاب: إنني لأنتسب إلى معدّ بن عدنان، ولا أدري ما هو. وعن سليمان بن أبي خيثمة قال: ما وجدنا في علم عالم، ولا شعر شاعر أحدًا يعرف ما وراء معدّ بن عدنان، ويعرب بن قحطانه. انظر السيرة النبوية لابن هشام ١/ ١و٢.

تقويم الأدلة

في أصول الفقه

تأليف

الإمام أبي زيد عبيد الله بن عمر بن عيسى الدبوسي الحنفي

المتوفى سنة ٤٣٠ هـ

قدم له وحققه

الشيخ خليل محيي الدين الميس

مفتي زحلة والبقاع

مدير أزهر لبنان

منشورات

محمد علي بيضون

لنشر كتب السنة والجماعة

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

بـاب

القول في أفعال النبي ﷺ

أفعال النبي ﷺ عن قصد على أقسام أربعة: واجبة، ومستحبة، ومباح، وزلة.

فأما ما كان يقع من الأفعال من غير قصد كما يكون من النائم والمخطيء ونحوهما فلا عبرة بها، لأنها غير داخلة تحت الخطاب على ما نذكر.

ثم الزلة لا تخلو عن القرآن ببيان أنها زلة إما من الفاعل نفسه كقول موسى عليه السلام حين قتل القبطي بوكزته ﴿هَٰذَا مِنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ﴾ [القصص: ١٥]، أو من الله تعالى كما قال في آدم عليه السلام ﴿وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ﴾ [طه: ١٢١]، وحتى بين الله تعالى ما لولا عصمته لزلوا كما قال: ﴿وَلَوْلَآ أَن ثَبَّتْنَٰكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيلًا﴾ [الإسراء: ٧٤] ونعني بالقصد في الزلة قصد الفعل لا قصد العصيان، وإذا لم تخل الزلة عن البيان لم يشكل على أحد أنه مما لا يتبع النبي ﷺ فيها فتبقى العبرة للأنواع الثلاثة.

وقد اختلف أهل العلم فيما يلزمنا منها؟

فقال بعضهم: يلزمنا اتباعه فيها ما لم يقم دليل المنع.

وقال بعضهم: نقف فيها حتى يقوم الدليل.

وقال أبو الحسن الكرخي: نعتقد الإباحة حتى يقوم دليل بيان سائر الأوصاف. وإذا قام الدليل على وصف زائد كان النبي ﷺ مخصوصاً به حتى يقوم دليل المشاركة.

وقال أبو بكر الرازي: نعتقد الإباحة ما لم يقم دليل البيان على صفة فعل رسول الله ﷺ، ثم يلزمنا على ذلك الوصف حتى يقوم دليل اختصاصه به، وهو الصحيح عندنا.

فأما الأولون فإنهم احتجوا بالآيات الموجبة اتباع الرسول الله ﷺ وطاعته والاقتداء به، وبقوله: ﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ﴾ [النور: ٦٣] فالمراد به السمت كما قال الله تعالى: ﴿وَمَآ أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ﴾ [هود: ٩٧].

وأما الفريق الثاني فإنه زعم أن الاقتداء والاتباع والموافقة لا تحصل بنفس الفعل، ألا ترى أنك إذا حصلت مثله على سبيل المعارضة كنت منازعاً كسحرة فرعون مع موسى عليه السلام وإذا فعله رسول الله ﷺ نفلاً. وفعلته أنت فرضاً كنت مخالفاً، وإنما الاقتداء في فعلك مثل فعله على صفته طاعة له، والصفة للفعل كانت محتملة فإنه ﷺ كان يفعل

القول الفصل

شرح الفقه الاكبر

للإمام الاعظم ابى حنيفة

شرحه

محى الدين محمد بن بهاء الدين

المتوفى سنة ٩٥٦ هـ. ١٥٤٩ م.

قد اعتنى بطبعه طبعة ثانية بالاوفست

وقف الاخلاص

İHLÂS VAKFI YAYINIDIR

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول ـ تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤١٩	١٣٧٦	١٩٩٨

Baskı: İhlâs Matbaacılık Gazetecilik Yayıncılık Sanayi' Ticaret A.Ş. İSTANBUL Tel: 637 13 40

- ٢٧٣ -

قال رضی الله عنه (و الانبیاء صلوات الله علیهم اجمعین کلهم منزهون عن الصغائر و الکفر و الفواحش وقد کانت منهم زلات وخطیئات) ای صغائر صدرت عنهم غفلة فان الکبائر لا تصدر عنهم و لو سهوا عند البعض و اما عدم صدورها عمدا فممتنع عندنا شرعا و عند المعتزلة عقلا. و التفصیل فی امر عصمة الانبیاء. اما قد جوز الجمهور صدور الکبائر عنهم بناء علی عدم دلالة المعجزة علی امتناعه و العقل فیه.

غایة الامر ان لا یعلم امتناعه عندنا بدلیل قطعی و یجوز ان یمتنع فی الواقع و الله و ان لم یبلغ الیه علمنا لا انه یجوز فی الواقع و فی حکم الله سیما الکفر و الامور الصادرة عن الخساسة و الدناءة فان الاظهر برائتهم عن هذا النوع و لو قبل البعثة لتنافیها مع غرض البعثة لأن القلوب سیما قلوب اهل الهمم مجبولة و الانکار ممن باشر هذا النوع و لو بعد مرور ایام و دهور و تبدل اوضاع و امور و اکثر المعتزلة الکبیرة و ان تاب عنها لاستلزامه النفرة المانعة عن الاتباع المفوت و فصل بعضهم و جوز غیر المنفرات کقهر الامهات والدناءات کسرقة لقمة و حبة.

و اما الشیعة فقد بالغوا فی امر عصمتهم و منعوا الصغائر فکیف الکبائر و قبل فیما بعدها. و اما اقوالهم فی العصمة بعد البعثة اما الکفر فالامة مجمعون علی و ان لزم التجوز علی الازارقة من الخوارج و لتجویزهم الذنب علیهم و قولهم کفر و اما الکفر بمعنی الشرك او الجحود فلا قائل بجواز صدوره عنهم اصلا جوزت الشیعة اظهاره تقیة و منعه غیرهم لما انه یفضی الی اخفاء الدعوة اذ اولی وقت الدعوة لکثرة المخالف و ضعف النبی و اما غیر الکفر فاقام ما ینافی المعجزة کالکذب فیما یتعلق بالتبلیغ و کبیرة غیر منافیة و صغیرة منفرة موجبة غیرها فالقسم الاول جمع اهل الشرائع علی امتناعه علی النبی عمدا و فی سهوا و غفلة خلاف منعه الاستاذ و اکثر الأئمة لدلالة المعجزة علی صدقهم مطلقا ذهابا الی ان دلالة المعجزة علی التصدیق فیما اخبر به قصدا.

أصول الدين

تأليف

الإمام الأستاذ أبي منصور عبد القاهر بن طاهر بن محمد
التميمي البغدادي
المتوفى سنة ٤٢٩ هـ

حققه وعلق عليه

أحمد شمس الدين

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

تفضيلهم على عيسى عليه السلام[١]؛ لأن مثل هذا الكلام قد يُخْبرُ به عن المتساويين فيقال: إن زيداً لا يرضى بكذا ولا عمرو. على أن الآية تقتضي أن لا يكون المسيح أفضل من جميع الملائكة وإن كان أفضل من كل واحد منهم، كما لا يكون الواحد أعلم من جميع علماء الأرض وإن جاز أن يكون أعلم من كل واحد منهم.

المسألة الرابعة عشرة من هذا الأصل
في تفضيل الأنبياء على الأولياء

زعم قوم من الكرّامية أن في الأولياء مَن هو أفضل من بعض الأنبياء. وزعم جُهّالُهم أن زعيمهم ابن كرام كان أفضل من عبد الله بن مسعود ومن كثير من الصحابة. وزعم بعض غلاة الروافض أن الإمام أفضل من النبي. وكان هشام بن الحكم الرافضي يشترط العصمة في الإمام ويجيز الخطأ على النبي ﷺ، ويزعم أنه عصى ربه في أخذ الفداء من أسارى بدر غير أن الله تعالى غفر له ذلك. وفي هذا تفضيل منه للإمام على الرسول. وقال أهل الحق: إن كل نبي أفضل من جميع الملائكة تفضيله[٢] على مَن دونهم أولى.

المسألة الخامسة عشرة من هذا الأصل
في بيان عصمة الأنبياء عليهم السلام[٣]

أجمع أصحابنا على وجوب كون الأنبياء معصومين بعد النبوة عن الذنوب كلها. وأما السهو والخطأ فليسا من الذنوب فلذلك ساغا عليهم. وقد سهى نبينا ﷺ في

---

(١) قالوا: قوله تعالى: ﴿لَّن يَسْتَنكِفَ ٱلْمَسِيحُ...﴾ الآية، صريح في تفضيل الملائكة على المسيح، كما يقال: لا أنا أقدر على هذا ولا مَن هو فوقي في القوة، ولا يقال مَن هو دوني، وكما يقال: لا يستنكف الوزير عن خدمة فلان ولا السلطان، ولا يجوز أن يعكس. وردّ عليهم في المواقف وشرحه (٨/ ٣١٣) فقال: «الجواب أن النصارى استعظموا المسيح لما رأوه قادراً على إحياء الموتى ولكونه بلا أب فأخرجوه عن كونه عبداً لله وادّعو له الألوهية والملائكة فوقه فيهما فإنهم قادرون على ما لا يقدر عليه ولكونه بلا أب ولا أم، فإذا لم يستنكفوا من العبودية ولم يصر ذلك سبباً لادعائهم الألوهية فالمسيح أولى بذلك وليس من الأفضلية التي نحن بصددها في شيء».

(٢) كذا في الأصل؛ ولعلها: «فتفضيلهم».

(٣) انظر شرح المواقف (٨/ ٢٨٨)، وشرح المقاصد (٣/ ٣٠٨).

يوم ندعوا كل أناس بإمامهم

مجموعة الرسائل العشرة

لامامنا الاعظم وهامنا الاقدم سيد التابعين ورأس المجتهدين أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي رئيس أرباب الأتقياء رحمة الله عليه

مع الرسائل الثلاثة

لملا احمد أمان وفقه الله لمزيد الخير والاحسان

ابيات

هذا الكتاب لو يباع بوزنه
ذهبا لكان البايع مغبونا
أو ما من الخسران أنك آخذ
ذهبا و تترك جوهرا مكنونا

جمال پریس دہلی

٣٠

ثم خاطبهم وامرهم ونهاهم فكفر من كفر بفعله وانكاره وجحوده وهو بخذلان الله تعالى اياه وآمن من آمن بفعله واقراره وتصديقه كل ذلك بتوفيق الله تعالى اياه ونصرته له اخرج ذرية آدم من صلبه فجعلهم عقلاء فخاطبهم فاقروا بربوبيته وكان ذلك منهم ايمانا فهم يولدون على تلك الفطرة فمن كفر بعد ذلك فقد بدل وغير ومن آمن فقد ثبت عليه وداوم ولم يجبر احدا من خلقه على الكفر ولا على الايمان ولا خلقه مؤمنا ولا كافرا ولكن خلقهم اشخاصا والايمان والكفر فعل العباد ويعلم الله تعالى من يكفر في حال كفره كافرا واذا امن بعد ذلك علمه مؤمنا في حال ايمانه واحبه وجميع احوال العباد من الحركة والسكون كسبهم على الحقيقة والله تعالى خالقها وهي كلها بمشيته وعلمه وقضائه وقدره والطاعات كلها ما كانت واجبة بامر الله تعالى وبمحبته وبرضائه وعلمه وبقدره وقضائه والمعاصي كلها واقعة بعلمه وقضائه وتقديره ومشيته لا بمحبته ولا برضائه ولا بامره والانبياء عليهم الصلوة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر وقد كانت منهم زلات وخطايا ومحمد صلى الله عليه وسلم حبيبه وعبده ورسوله ونبيه وصفيه ونقيه لم يعبد الصنم ولم يشرك بالله طرفة عين قط ولم يرتكب صغيرة ولا كبيرة قط وافضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر الصديق ثم عمر بن الخطاب الفاروق ثم عثمان بن عفان ذو النورين ثم علي بن ابي طالب رضي الله عنهم عابدين على الحق مع الحق نتولاهم جميعا ولا نذكر احدا من اصحاب رسول الله عليهم الصلوة والسلام الا بخير ولا نكفر مسلما بذنب من الذنوب وان كانت كبيرة اذا لم يستحلها ولا يزيل عنهم اسم الايمان ونسميه مومنا حقيقة ويجوز ان يكون مؤمنا فاسقا غير

من شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه

كتاب

شرح الفقه الاكبر

المتن المنسوب الى الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي والشرح للامام المتكلمين ومصحح عقائد المسلمين علم الهدى ورئيس اهل السنة ابي منصور محمد بن محمد بن محمود الحنفي الماتريدي السمرقندي صاحب التصانيف الجليلة المتوفى سنة اثنتين او ثلاث وثلاثين وثلاثمائة تفقه على ابي بكر احمد الجوزجاني عن ابي سليمان الجوزجاني عن محمد رحمه الله جمع فيه بين الكلام والشريعة واتقن المسائل واوضحها غاية الايضاح تغمده الله بالرحمة والرضوان

طبع بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند بحيدرآباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمن في شهر ذي الحجة الحرام سنة (١٣٢١) هجرية

مكتبة العجائب لزاخر العلوم
کانسی روڈ کوئٹہ
موبائل: 0304-8143100

﴿۲٦﴾

والاضلال صفة الرب تعالى والضلال صفة العبد والرب بجميع صفاته خالق لم يزل لم يلد ولم يولد ولم يحدث له صفة على ما بيناو العبد بجميع صفاته مخلوق ٭ ثم الانس والجن غير معصومين الا الرسل والانبياء صلوات الله عليهم اجمعين فانهم معصومون عن الكبائر فانهم لو لم يكونوا معصومين عنها لم ينكفوا عن الكذب والكاذب لا يصلح للرسالة وغير معصومين عن الصغائر لان الله تعالى اثبت لهم مقام الشفاعة فلو عصموا عن الصغائر لوقع الضعف في مقام الشفاعة لان من لم يبتل ببلية لم يرق على المبتلى فهذا هو الحكمة في زوال العصمة عن الانبياء في الصغائر وبعض اصحابنا لم يلفظ الصغائر وانما يسمونها الزلل ولا فرق بين اللفظتين في الحقيقة. قالت المعتزلة الانبياء معصومون عن الكبائر والصغائر لانهم لا يرون الشفاعة مع الرسل وهم الذين اوحى الله اليهم بجبريل عليه السلام والانبياء هم الذين لم يوح اليهم بجبريل وانما وحى اليهم بملك آخر اوراي في المنام او بشيء آخر من الالهام ثم الرسل من له درجة الرسالة والنبوة جميعاً غير انه لا يؤمر باستعمال ما ظهر له في درجة ما لم يوح جبريل بذلك يكون ذلك زلة صغيرة كما فعل ذلك داود عليه السلام وهو تزوج امرأة اوريا من غير انتظار الوحي بمجيء جبريل عليه السلام فكان ذلك زلة منه كما قال تعالى وظن داود انما فتناه فاستغفر ربه وخر راكعا واناب ٭ والمصطفى عليه السلام لما انتظر الوحي بجبريل في تزوج امرأة زيد زينب ولم يتزوج بما ظهر في درجة النبوة نجا من الزلة قال تعالى في قصته فلما قضى زيد منها وطرا زوجناكها فهذا هو الوجه في وقوع الانبياء في الزلل والصغائر وفيه وجها خروهوان

تركوا

٭ اثبات عصمة الرسل والانبياء عن الكبائر دون الصغائر ٭ الفرق بين الانبياء والرسل ٭

۲۷

ترکوا الافضل ومالوا الی الفاضل ای المباح باجتهاد یکون ذلک زلۃ منهم کما ان آدم علیه السلام قال له ربه و لاتقربا هذه الشجرة ثم ان ابلیس وسوس لهما وقاسمهما و ناشدهما الله حتی نسی آدم من طریق الافضل وظن انه یحترم الله تعالی بقربان الشجرة فکان تارکا للافضل له ان یرعی الامر ولا یدخل في الاجتهاد کان ذلک زلة منه حتی قال جل جلاله وعصی آدم ربه فغوی ۔ هذا من الله تعالی علی وجه الزجر والتنبیه لا علی وجه تحقیق الکبیرة والغوایة فیه الا تری ان آدم لما اتبه مع حواء صلوات الله علیهما قالا ربنا ظلمنا انفسنا ۔ قال الرب جلت قدرته فنسی و لم نجد له عزما ۔ فهذ ان الوجهان في وقوع الانبیاء في الزلل والصغائر ۔ ثم اختلفوا في تفضیل آدم ومحمد قال بعضهم آدم افضل من محمد وقال بعضهم محمد افضل من آدم وهذا اصح من الاول فهذا الاختلاف فیما بین مشائخنا واختلاف آخر بیننا وبین المعتزلة قالت المعتزلة الملائکة افضل من المؤمنین وقال اهل السنة والجماعة ان المؤمنین افضل من الملائکة لان المومنین رکب فیهم الهوی مع العقل والملائکة رکب فیهم العقل دون الهوی ولهذا یثاب المومنین علی اعمالهم ولا ثواب لاعمال الملائکة ۔ وحسبت المعتزلة ان الفضل بالاعمال حتی قالت بتفضیل الملائکة علی المؤمنین ولیس کما حسبت بل الفضل بالتفضیل کما قال تعالی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض اضاف التفضیل الی ذاته وهذا الاختلاف یرجع الی اختلافهم في تفویض الاعمال الی العباد ونفي خلق افعالهم وقد بینا ذلک ثم بعد الانبیاء والمرسلین ابوبکر وعمر رضی الله عنهما واختلفوا في عثمان وعلی رضی الله عنهما قال بعضهم عثمان

* محمد صلی الله علیه وسلم افضل من آدم علیه السلام *

* فضل المؤمنین علی الملائکة *

* عدد فضل الصحابة واهل البیت بعضهم علی بعض *

شرح كتب الإمام الأعظم رضي الله تعالى عنه في العقيدة يعني الفقه الأكبر
والفقه الأبسط والوصية والعالم والمتعلم ورسالة أبي حنيفة

تأليف
العلامة القاضي كمال الدين أحمد البياضي الحنفي رحمه الله تعالى ١١ھ

حقق نصوصه وعلق عليه وضبطه
الشيخ يوسف عبد الرزاق الشافعي رحمه الله
المدرس بكلية أصول الدين بالجامعة الأزهرية

مع كلمة عن المؤلف والمؤلف
للإمام الكوثري رحمه الله تعالى
وكيل المشيخة الإسلامية في دار الخلافة العثمانية سابقًا

زمزم ببلشرز

وجوّز الشيعة إظهاره تقيّةً واحترازا عن إلقاء النفس فى المهلكة .

وردّ بأن أولى الأوقات بالتقية ابتداء الدعوة لضعف الداعى وشوكة المخالفة وكذا عن تعمد الكبائر بعد البعثة ، فعندنا سمعا وعند المعتزلة عقلا .

وجوّزه الحشوية لما سيأتى من شبه الوقوع ، وكذا عن الصغائر المنفرة لإخلالها بالدعوة إلى الاتباع .

ولهذا ذهب كثير من المعتزلة إلى نفى الكبائر قبل البعثة أيضا ، وبعض الشيعة إلى نفى الصغائر ولو سهوا .

والمذهب عندنا منع الكبائر بعد البعثة مطلقا ، والصغائر عمدا لا سهوًا لكن لا يصرون ولا يُقَرُّون ، بل ينبهون فينتهون .

وذهب إمام الحرمين منا وأبو هاشم من المعتزلة إلى تجويز الصغائر عمداً كما فى شرح المقاصد وغيره .

وتمسك الجمهور بوجوه لاتخلو عن مقال كما فى المواقف ولذا لم يتعرض لها الإمام .

وأشار إلى إثبات عصمة نبينا عليه الصلاة والسلام عن الخصوص والاستدلال عليها بوجه يثبت عصمة الجميع لعدم الفاصل ؛ فقال فيه : (وقال فى الفقه الأكبر : وقد كانت منهم) أى من الأنبياء عليهم السلام (زلات) أى صغائر صادرة عن سهو أونسيان فى زمن النبوة بمقتضى البشرية .

وإليه أشار بإطلاق الزلة فلم يوجد القصد فيها إلى عينها بل إلى أصل الفعل؛ فإنها مجاز مأخوذ من زل فى الطين إذا لم يقصد الوقوع ولا الثبات بعده كما فى الأصول .

وفسره بعطف قوله : (وخطايا) إشارة إلى نفى الصغائر المنفرة ، كالتطفيف بحبة لصدورها بالقصد .

والخطيئة مالا تكون عن قصد إلى فعلها كما فى المفردات ، وفيه إشارات :

الأولى : ثبوتها بالنصوص ، وإليه أشار بقوله : « وقد كانت » .

منها قوله تعالى : « فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا[1] » . وقوله عليه الصلاة والسلام :

---

(١) سورة طه آية : ١١٥

« إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي » .

رواه البخارى ومسلم وأبوداود والنسائى رحمهم الله تعالى .

وظاهره أنه يورد عليه النسيان فيتصف به إلا أنه لا يُقَرُّ عليه فيما هو أمر دينى بل ينبه كما فى المسايرة .

الثانية : أن تخصيصها بزمن النبوة كما دل الصفة إشارة إلى أن مانص عليه فى غير الزلات لم يصدر فى زمن النبوة فهو محمول على ما قبل النبوة نحو قوله تعالى : « فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ[1] » فإن كون ذلك قبل البعثة كما فى المواقف .

الثالثة : الرد على من نفى الصغائر سهواً كبعض الشيعة .

الرابعة : الرد على من نفى الكبائر قبل البعثة ككثير من المعتزلة و بعض المحدثين لثبوتهما بالنصوص، و إليه أشار بتعليق الحكم على الموصوف بصفة هى حقيقة فى الحال .

الخامسة : الرد على من نفى الزلة أيضا مطلقا ذهابا إلى أن الواقع اختيار الفاضل وترك الأفضل لعدم جريانه فى جميع موارده .

و إليه أشار بقوله : وقد كانت منهم زلات (ومحمد صلى الله تعالى عليه وسلم حبيبه) أى حبيبه المكرّم عنده .

وأصل المحبة الميل إلى ما يوافق المحب ، وهو عليه تعالى محال ، فمحبته له عصمته وتوفيقه وتهيئة أسباب القرب و إفاضة رحمته عليه كما فى الشفاء .

وفيه إشارة إلى قوله عليه الصلاة والسلام : « أَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلاَ فَخْرَ ، وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ » رواه الترمذى والدارمى والبيهقى (ورسوله) أى المرسل منه بشريعة مجددة إلى جميع الإنس والجن كما دل الإطلاق فى المقام .

ففيه إشارة إلى عموم رسالته من أصل بعثته ، ولا يختص بعصر بخلاف بعثة آدم ونوح على نبينا وعليهم الصلاة والسلام كما فى فتح البارى (ونبيه) أى المخبر عنه المأمور بالإبلاغ والإنذار ، وفى المقام إشارات إلى مسائل :

(١) سورة القصص آية : ١٥ .

دونک ایها الساری هذا النبراس یرشدك الی المکامن الخفیة من شرح العقائد النسفیة

نحمد الله علی طبع کتاب فیه نور وهدی للناس

هو للدین کالاساس وللوزن الحق کالقسطاس

شرح

لشرح العقائد

المسمی

بالنبراس

باهتمام المولوی محمد سراج عفا الله تعالی عنه

فی المطبع الهاشمی الواقع فی بلدة المیرٹھ

عصمتہم عن سائر الذنوب ای سوی الکذب فی التبلیغ تفصیل وہو انہم معصومون
عن الکفر قبل الوحی وبعدہ بالاجماع قال عیاض تماضدت الاخبار علیہ و
فی الکفر واستدل بعضہم بانہ یوجب محبۃ الکفار علیہم وکذا عن تعمد الکبائر ای بعدہا
بہا غیر الکفر عند الجمہور وہم ما سوی الحشویۃ خلافا للحشویۃ بفتح الحاء وسکون الشین
من المبتدعۃ وفی وجہ تسمیتہم خلاف وقیل لانہم مجسمۃ والجسم محشو ای مملو وقیل نسبوا
وہو الجانب لانہم کانوا یجلسون فی مجلس الحسن البصری فانکر کلامہم فقال ردوا ہؤلاء الی
ای جانبہا وقیل لانہم یعتمدون الروایۃ بلا تحقیق والحشو فضول الکلام وقیل نسبوا الی
قری خراسان وانما الخلاف فی ان امتناعہ بدلیل السمع وہو مذہب جمہور الاشاعرۃ
العصمۃ عما سوی الکذب فی التبلیغ لا تعرف بالنقل لان المعجزۃ انما تدل علی
فی التبلیغ وحدہ بل انما تعرف بالنصوص والاجماع قبل ظہور المخالفین وہو مختار
او العقل وہو مذہب بعض الاشاعرۃ وجمہور المعتزلۃ مستدلین بان ظہور الکبیرۃ ینفر
وہذا ینافی حکمۃ الارسال وہو مختار الاستاذ ابی اسحق واورد علیہ ان التنفیر فی الظہور
والصدور لا یستلزم الظہور واما صدور الکبیرۃ بعد النبوۃ سہوا وکذا علی سبیل الخطا
فجوزہ الاکثرون وفی شرح الموقف والمقاصد المختار خلافہ وحکی القاضی عیاض
علی العصمۃ عن الکبائر بلا قید عمدا او سہوا واما الصغائر بعد النبوۃ فتجوز عمدا عند الجمہور
امام الحرمین خلافا للجبائی واتباعہ من المعتزلۃ وقد تبع الشارح ہنا صاحب الموقف
منع الصغیرۃ عمدا مختار مذاہب الاشاعرۃ کما فی شرح الموقف وہو مختار الشارح
وشرح المقاصد والجبائیۃ قالوا لا یصدر الصغیرۃ الا علی سبیل سہوا وخطاء فی الاجتہاد
جمع من المعتزلۃ کالجاحظ والنظام تجوز صدور الصغیرۃ عمدا بشرط ان ینبہوا علیہا
وتجوز الصغائر سہوا بالاتفاق ہذا مذہب

٤٥٢

ای اتفاقا علی المتقدمین القائلین بالمنع کما صرح بہ

واللہ اعلم بالکلام ١٢

فیض فضل احمد چشتی عفی عنہ — فیض محمد سعد الدین چشتی

وما ارسلنك الا رحمة للعلمين

فواتح الرحموت

للعلامة عبد العلي محمد بن نظام الدين الانصاري المعروف بحر العلوم بشرح مسلم الثبوت في اصول الفقه للامام المحقق الشيخ محب الله بن عبد الشكور رحمهما الله تعالى

— : الجزء الاول : —

المستصفى

من علم الاصول للامام حجة الاسلام ابي حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالي رحمه الله

تنبيه : قد وضعنا المستصفى في صدر الصحيفة ثم اتبعناه فواتح الرحموت وفصلنا بينهما بجدول فليعلم

بفیضان

جامع المعقول والمنقول بحر الفروع والاصول حضرة العلامہ مولانا محمد منظور احمد صاحب مدظلہ

مؤسس ورئیس الجامعہ شمس المدارس نواں جنڈانوالہ ضلع میانوالی

باہتمام

مولوی غلام حسین ⊙ حافظ محمد صادق

مكتبة التراث الاسلامية
جامع مسجد کھجور والی ○ نزد نیو سبزی منڈی، ملتان

يجوز أن يكون نفيا ويجوز أن يكون اثباتا والنفي كانتفاء الضمان والتكليف والانتفاء أيضا يجوز أن يكون علة فلذلك أدرجنا الجميع في الحد ودليل صحة هذا الحد اطراده وانعكاسه أما قول من قال في حد القياس أنه الدليل الموصل الى الحق أو العلم الواقع بالمعلوم عن نظر أو رد غائب الى الشاهد فبعض هذا أعم من القياس وبعضه أخص ولا حاجة الى الاطناب في ابطاله وأبعد منه اطلاق الفلاسفة اسمه على تركيب مقدمتين يحصل منهما نتيجة كقول القائل كل مسكر حرام وكل نبيذ مسكر فيلزم منه أن كل نبيذ حرام فان لزوم هذه النتيجة من المقدمتين لا تنكر ولكن القياس يستدعي أمرين يضاف أحدهما الى الآخر بنوع من المساواة اذ تقول العرب لا يقاس فلان الى فلان في عقله ونسبه وفلان يقاس الى فلان فهو عبارة عن معنى اضافي بين شيئين وقال بعض الفقهاء القياس هو الاجتهاد وهو خطأ لأن الاجتهاد أعم من القياس لأنه قد يكون بالنظر في العمومات ودقائق الألفاظ وسائر طرق الأدلة سوى القياس ثم انه لا ينبئ في عرف العلماء الا عن بذل المجتهد وسعه في طلب الحكم ولا يطلق الا على من يجهد نفسه ويستفرغ الوسع فمن حمل خردلة لا يقال اجتهد ولا ينبئ هذا عن خصوص معنى القياس بل عن الجهد الذي هو حال القياس فقط

ويدعون ان فتواهم كقول الأنبياء في وجوب الاتباع وكونه من الله تعالى ونسبتهم الى رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم كنسبة الأنبياء العاملين بالتوراة الى موسى عليه السلام وعلمهم لا يجوزون انتساخ أحكام هذه الشريعة بقولهم وعندنا العصمة بهذا الوجه مختصة بالأنبياء فيما يخبرون به عن الوحي وما يستقرون عليه وأهل البيت كسائر المجتهدين يجوز عليهم الخطأ في اجتهادهم وهم يصيبون ويخطئون وكذا يجوز عليهم الزلة وهي وقوعهم في أمر غير مناسب لمرتبتهم من غير قصد كما وقع من سيدة النساء رضي الله تعالى عنها من هجرانها خليفة رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم حين منعها فدك من جهة الميراث ولا ذنب فيه ثم أهل البيت الذين اختلف في عصمتهم أمير المؤمنين علي وسيدة النساء فاطمة الزهراء وسيدا شباب أهل الجنة أبو محمد الحسن وأبو عبد الله الحسين ويدعون أيضا عصمة بعض أولادهم وهم الامام زين العابدين علي ابن سيدنا الحسين والامام أبو جعفر محمد الباقر والامام جعفر بن محمد الصادق والامام موسى بن جعفر الكاظم والامام علي بن موسى الرضا والامام محمد الجواد والامام علي بن محمد العسكري والامام الحسن بن علي العسكري رضوان الله تعالى عليهم لنا ما تواتر عن الصحابة والتابعين من أنهم كانوا مجتهدين ويفتون بخلاف ما أفتى به أهل البيت ولم ينكر ولم يعب أحد على أحد بل لم يخطئ أحد من مخالفة أهل البيت في الحكم ولم يقل أحد بفساد اجتهاد من قال بخلافه وهذا يفيد علما ضروريا بأن كل واحد من الأئمة قبل المخالفين الحاصل أيضا من الصحابة ومن بعدهم كانوا عالمين بعدم العصمة عن الخطأ الاجتهادي ويفيد أيضا علما ضروريا بأن أهل البيت أيضا كانوا عالمين بعدم عصمة أنفسهم من هذا الخطأ الاجتهادي ألم تر كيف رد ابن مسعود قول أمير المؤمنين علي في عدة الحامل المتوفى عنها زوجها وقال نزلت سورة النساء القصرى وأولات الاحمال بعد قوله تعالى والذين يتوفون منكم الى آخر الآية وكيف رد عبيدة قوله في بيع أمهات الأولاد وكيف رد شريح قوله بقبول شهادة الابن الى غير ذلك من الوقائع التي لا تحصى ولم ينكر أمير المؤمنين علي عليهم فقد بان لك أن الاجماع القطعي الداخل فيه أهل البيت حاكم بأن لا عصمة في أهل البيت بمعنى عدم جواز الخطأ الاجتهادي منهم فاحفظه ولنا أيضا قوله تعالى فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول وأهل البيت أيضا داخلون في الخطاب فافترض عليهم حين التنازع اذا احتملوا الرد الى الكتاب والسنة ولم يعب على منازع أهل البيت في الاحكام شيء وأيضا لم يقل وأهل بيته فافهم ❊ والشيعة ههنا شبه جعلوها واهية فذكورة في علم الكلام وأقواها التمسك بقوله تعالى انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا وما أراد الله شيئا الا وهو واقع فوجب التطهير وذهاب الرجس والخطأ قلنا أولا لا نسلم أن الآية مختصة فيما بين المذكورين بل هو نازل في الازواج المطهرات كما صح عن ابن عباس وان كان متناولا لغيرهن أيضا كما هو المختار أو هو نازل فيمن حرمت عليهم الصدقات كما فسر زيد بن أرقم فلو دل على العصمة لزم عصمة هؤلاء أيضا وهو خلاف مذهبهم قيل ان المراد بالآية أمير المؤمنين علي وسيدة النساء وسيدا شباب أهل الجنة الأربعة فقط لا غير لما روى الترمذي عن عمرو بن أبي سلمة قال نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل

تعليق القلائد

على

منظومة العقائد

تأليف

الإمام أحمد بن محمد مكي الحموي

المتوفى سنة (١٠٩٨هـ)

تحقيق

محمد صلاح تقوى

دار الفتح

للدراسات والنشر

وحاصلُ الكلامِ في هذا المقامِ أنّ الأنبياءَ ـ عليهم السّلام ـ معصومونَ عن أنـواعِ الكُفرِ مُطْلقاً قبلَ البِعثةِ وبعدَها بالإجماعِ، وكذا عن سـائرِ الكبائرِ عمْداً باتّفـاقِ العلماءِ المُعتَبَرِين[١]، ومحلُّه بعد البعثة كما يشـير إليه تعبيرُه بالأنبياء، وأمّا سهواً فجُوِّزَ وقوعُها سَهواً منهم عندَ الأكثرين، كما في شرحِ العقائدِ[٢].

وأما الصّغائرُ فما كانَ منها دالّاً على خِسَّـةٍ كَسَـرِقَةِ لُقمةٍ، فلا خِلافَ في عِصْمتهم مُطلقاً، وما لا يَدُلُّ على ذلك فالمُختارُ لجمهورِ أهلِ السّنّة عصمتُهم عن عمدِهِ، وأمّا سَـهوُه فَنَقل «ابن جماعة» أنّ الأنبياءَ معصومونَ من الكبائرِ والصّغائرِ عَمْداً وسهواً، خِلافاً للحنفيّة في سَهوِ الصّغائرِ، انتهى[٣].

وهو مخالفٌ لما حَكَى فيهِ التفتازاني الاتّفاقَ[٤]، ولعلّه أرادَ بالاتفاق إجماعَ المتقدّمين أو جمهورَهم.

- استعراضُ أهمّ تلك الأقوال في قسمِ الدّراسة، ص ١٢٨ من هذا الكتـاب. كما أنّ المصنّف ـ جزاه الله ـ خيراً قد أحسـن تلخيصها، ويبدو من مُجمل الأقوال في المسـألة أنّ الخـلافَ الأكبرَ فيها إنّما هو في جوازِ وقوعِ الصّغائرِ مِن الأنبياء عليهم الصّلاة والسـلام؛ فأمّا وقوعها منهُم عمداً، فقد نقلَ بعضُهم جوازَه عن الجمهور، باستثناءِ ما يدلُّ على الخِسّة منها، وأمّا وقوعها مِنهُم سـهواً، فقد اشـتدّ الخلافُ فيه؛ فأجازَهُ الأكثرون، ومنعهُ كثيرٌ من العلماء. ينظر: «تفسير القرطبي» ١/ ٣٠٨، «أبكار الأفكار» للآمدي ٤/ ١٤٥ وما بعدها.

(١) في «شرح العقائد» ص٨٩: «كذا عن تعمُّد الكبائرِ عندَ الجمهور. خلافاً للحشويّة».

(٢) المصدر السابق.

(٣) في «درج المعالي» ص٩١: «خلافاً للماتريديّة»، وفي المرجع المذكور تفصيلٌ جيدٌ للمحقق فلينظر.

(٤) خالف التفتازانيُّ العلماءَ المذكورين ـ ابن جماعة والأسفرايني والشهرستاني والسّبكي... ـ في أمرين؛ هما وقوعُ كلٍّ من الكبائر والصّغائر من الأنبياءِ سَـهواً، حيث نَقَلَ جواز الأوّل عن الجمهورِ، وجوازَ الثّاني عن اتّفاق العلماء... وكِلا المسـألتين خالفَ فيها العلماءُ المذكورون آنفاً... والله أعلم. ينظر: «الحواشي البهيّة» ١/ ١٩١.

اگلا صفحہ

... فلا ينافيهِ المنقولُ عن الأسـتاذ «أبي إسـحاقَ الأسـفراييني»[١]، و«أبي الفتحِ الشهرسـتانيّ»[٢]، والقاضي «عيـاض»[٣]، أنّهم معصومونَ عن الكبائرِ والصّغائرِ عمداً وسهواً، واختارَه تاج الدّين السّبكي[٤].

قال بعضُ الفضَلاء: ولا يبعـدُ أن يكونَ المُرادُ بالاتّفاقِ هو التّجويزُ، وموردُ الخلافِ هو الوقوعُ.

* * *

(١) ينظر ترجمته: ص ٦١ من هذا الكتاب.

(٢) ينظر ترجمته: ص ٤٨ من هذا الكتاب.

(٣) ينظر ترجمته: ص ٧١ من هذا الكتاب.

(٤) ينظر ترجمته: ص ٥٩ من هذا الكتاب.

شرح العقائد النسفية

للعلامة سعد الدين التفتازاني مع الحواشي القديمة والجديدة المفيدة

وبذيله

متن عجيب وشرح غريب كالاهما للشيخ التقي مولانا شاه عبد العزيز الدهلوي الموسوم بشرح

ميزان العقائد

وفي اخره

احسن الفوائد في تخريج احاديث شرح العقائد

من تاليف الفاضل الجليل مولانا وحيد الزمان رحمه الله تعالى

قديمي كتب خانه
آرام باغ
كراچی

على تقدير اشتماله على جميع الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد الا الظن ولا عبرة بالظن في باب الاعتقاديات خصوصا اذا اشتمل على اختلاف رواية وكان القول بموجبه مما يفضى الى مخالفة ظاهر الكتاب وهو ان بعض الانبياء لم يذكر للنبى عليه السلام ويحتمل مخالفة الواقع وهو عد النبى من غير الانبياء او غير النبى من الانبياء بناء على ان اسم العدد اسم خاص في مدلوله لا يحتمل الزيادة والنقصان وكلهم كانوا مخبرين مبلغين عن الله تعالى لان هذا معنى النبوة والرسالة صادقين ناصحين للخلق لئلا تبطل فائدة البعثة والرسالة وفي هذا اشارة الى ان الانبياء معصومون عن الكذب خصوصا فيما يتعلق بامر الشرائع وتبليغ الاحكام وارشاد الامة اما عمدا فبالاجماع واما سهوا فعند الاكثرين وفي عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل وهو انهم معصومون عن الكفر قبل الوحى وبعده بالاجماع وكذا عن تعمد الكبائر عند الجمهور خلافا للحشوية وانما الخلاف في ان امتناعه بدليل السمع او العقل واما سهوا فجوزه

ـــــــــــــــــــ

ل قوله على جميع الشرائط اى شرائط العقل والضبط والعدالة والاسلام ١٢ ابو سعاد ٢ قوله المذكورة في اصول الفقه وهي ثمانية الاربعة في المخبر وهي العقل والضبط والعدالة والاسلام واربعة في نفس الخبر هي ان لا يكون مخالفا في الكتاب والسنة والثانية عدم الطعن والثالث ان لا يكون في حادثة يعم بها البلوى والرابع ان يكون متروك المخالفة ١٢ م ٣ قوله لان هذا معنى النبوة والرسالة الخ وصف المصنف الانبياء باوصاف اربعة وجعل الشارح الاثنين معنى النبوة والرسالة والاخيرين من مقتضياتها والظاهر ان الاربعة مقتضياتها اذ النبوة بمقتضى تعريف الرسل كون الانسان مبعوثا للتبليغ الاحكام لا نفس التبليغ والاخبار فالتبليغ ايضا لئلا يبطل فائدة البعثة والرسالة عصام الدين ٤ قوله معصومون الخ فان قيل في قوله تعالى لقد تاب الله على النبى اشارة الى انه يجوز صدور الذنب عن النبى عليه السلام اذ التوبة انما يكون بعد الذنب قلت المراد التوبة عن الزلة او عن الذنب الذي كان قبل الوحى او ترك الاولى والفضل ١٢ حاشية قصيدة امية -
٥ قوله فبالاجماع - الاجماع على تعمدهم الكذب مقيد بدعوى الرسالة وما يبلغونه من الله على ما ذكر في المواقف ١٢ -
٦ قوله من سائر الذنوب الخ يعنى بما سوى الكذب في التبليغ ١٢ خيالى -
٧ قوله بالاجماع الخ اذ لو جاز لبطل دلالة المعجزة وهو محال ١٢ خيالى -
٨ قوله خلافا للحشوية - وهم يجوزون عليهم الاقدام على الكبائر والصغائر وهم الذين جعلوا حكم الاحاديث كلها واحدة فصححوا الفاسد [illegible]
٩ قوله بدليل السمع الخ فالمحققون من الاشاعرة على ان كل ذلك من السمع والاجماع والمعتزلة على انه يمتنع عقلا لانه يؤدى الى النفرة وعدم الانقياد فلا يكون البعثة للنبى خلافا فلا يجوز ذلك عليه تعالى في حق الكل اذ فيهم من ينفع لميه اللطف فيكون تركا لما يصلحه بالنسبة اليه وما يقال من ان الصدور لا يستلزم الظهور ولو فساد الاخير لجوابه ان جواز الصدور يستلزم جواز الظهور بالضرورة العادية وملزوم الفاسد فاسد ١٢ ابو سعاد -
١٠ قوله او العقل وبه قالت المعتزلة بناء على اصلهم في وجوب رعاية الاصلح ١٢

الاكثرون اما الصغائر فيجوز عمدًا عند الجمهور خلافًا للجبائي[1] واتباعه ويجوز سهوا بالاتفاق الا ما يدل على الخسة كسرقة لقمة والتطفيف بحبة لكن المحققين اشترطوا ان ينبهوا عليه فينتهوا عنه هذا كله بعد الوحي واما قبله فلا دليل[2] على امتناع[3] صدور الكبيرة وذهبت المعتزلة الى امتناعها لانها توجب النفرة المانعة عن اتباعهم فتفوت مصلحة البعثة و الحق[4] منع ما يوجب[5] النفرة كعهر الامهات (اى الزنا بالامهات ۱۲) والفجور والصغائر الدالة على الخسة ومنعت الشيعة[6] صدور الصغيرة والكبيرة قبل الوحي وبعده لكنهم جوزوا اظهار الكفر تقية[7] اذا تقرر هذا فما نقل عن الانبياء عليهم السلام مما يشعر بكذب او معصية فما كان منقولا بطريق[8] الاحاد (لانه لا يفيد اليقين ۱۲) فمردود وما كان بطريق التواتر فمصروف[9] عن ظاهره ان امكن والا فمحمول على ترك الاولى او كونه قبل البعثة وتفصيل ذلك في الكتب المبسوطة وافضل الانبياء محمد[10] عليه السلام لقوله تعالى كنتم خير امة اخرجت الاية ولا شك[11] ان خيرية الامة بحسب

---

[1] قوله للجبائي الخ الظاهر ان الجمهور ههنا يشمل الاشاعرة ايضا بقرينة ذكر الجبائي فقط في المقابلة ومذهب الاشاعرة ان الانبياء معصومون عن الكبائر مطلقا اى عمدا وسهوا وعن الصغائر عمدا كما صرح به في شرح المواقف فلا يصح قوله اما الصغائر فيجوز عمدا عند الجمهور الشامل للاشاعرة فتامل ۱۲ محمود

[2] قوله فلا دليل الخ اذ لا دلالة للمعجزة عليها اى على امتناع الكبيرة قبل البعثة ولا حكم للعقل بامتناعها ولا دلالة سمعية عليها ايضا ۱۲ شرح مواقف.

[3] قوله على امتناع الخ نعم علماء اصحابنا جمهورهم يجوز منهم الكبيرة نادرا ثم يتغيروا الى السلام والسداد بحيث يعتقد على قولهم ثم يبعثون نص عليه ابن فورك ۱۲ كفاية.

[4] قوله والحق الخ هذا النقض على المعتزلة بان دليلهم جار فيما يوجب النفرة في الصغائر ايضا مع انهم معترفون بجواز صدور الصغائر عنهم عمدا قبل النبوة ولو منكرون الصغيرة الصادرة قبل النبوة مما يوجب النفرة كان قوله والحق تحقيقا للمقام فافهم ۱۲ محمود

[5] قوله ما يوجب النفرة اى نفرة الطباع عن مطابقتهم مطلقا اى سواء لم يكن ذنبا لهم او كان ۱۲.

[6] قوله الشيعة اى طائفة من الروافض وهم يقولون ان عليا ولى رسول الله ووليه من بعده والجماعة يقولون الولاء بعد النبى صلى الله عليه وسلم لابى بكر وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلى بن ابى طالب رضى الله عنهم ۱۲.

[7] قوله تقية اى خوفا لان اظهار الاسلام حينئذ القاء النفس فى التهلكة ورد بانه يفضى الى اخفاء الدعوة بالكلية وايضا منقوض بدعوة ابراهيم وموسى عليهما السلام فى زمن نمرود وفرعون مع شدة خوف الهلاك ۱۲ خيالى.

[8] قوله بطريق الاحاد حتى ما بلغ حد الشهرة اولا فهم ولان نسبة الخطا الى الرواة اهون من نسبة المعاصى الى الانبياء ۱۲.

[9] قوله فمصروف الخ يريد انه ان كان له محمل آخر لا يلزم منه نسبة الذنب الى الانبياء يحمل عليه وان كان خلاف الظاهر جمعا بين الادلة والا فيحمل على ترك الاولى وعلى الصغيرة سهوا او عمدا ۱۲ ابو رماد.

[10] قوله محمد الخ واختلفوا الى ان الافضل بعده من هو قيل آدم لكونه ابا البشر وقيل نوح عليه السلام لكثرة عبادته ومجاهدته وقيل ابراهيم عليه السلام لزيادة توكله وقيل موسى عليه السلام لكونه كليم الله تعالى ونجيه وقيل عيسى عليه السلام لكونه روح الله وصفيه ۱۲ شرح مقاصد.

[11] قوله ولا شك ان خيريتها الخ يريد انه اضاف الخيرية الى الامة فيكون المراد خيريتهم من حيث انهم امته اى من ملته ودينه فان الامة فى الاصل الدين قال الله تعالى كنتم خير امة اى خير اهل ملة ودين فاحتمل ما توهم من ان خيرية الامة يجوز ان يكون لا بحسب الكمال فى الدين بل بوجه آخر ۱۲ ابو رماد

حاشية الصاوي

على

تفسير الجلالين

مذيلاً

بلباب النقول في أسباب النزول للسيوطي

طبعة جديدة منقحة

الجزء الأول

قدم له وأشرف على تصحيحه
صدقي محمد جميل

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

خلقها من ضلعه الأيسر ﴿ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا﴾: أكلاً ﴿رَغَداً﴾: واسعاً لا حجر فيه ﴿حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ﴾: بالأكل منها وهي الحنطة أو الكرم أو غيرهما ﴿فَتَكُونَا﴾: فتصيرا ﴿مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾[٣٥]: العاصين ﴿فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ﴾: إبليس أذهبهما وفي قراءة فأزالهما نحاهما ﴿عَنْهَا﴾: أي الجنة بأن قال لهما هل أدلكما

قوله: ﴿وقلنا يا آدم﴾ هذه الجملة معطوفة على جملة ﴿وإذ قلنا للملائكة﴾ من عطف قصة على قصة وإنما عطفت عليها لوقوعها بعدها، فانه بعد أمر الملائكة بالسجود لآدم، وامتناع إبليس منه، أمر آدم بسكنى الجنة. قوله: [ليعطف عليه] ﴿وزوجك﴾ إن قلت إن فعل الأمر يعمل في الظاهر والمعطوف على الفاعل فاعل فيقتضي عمله في الظاهر، أجيب بأنه يغتفر في التابع ما لا يغتفر في المتبوع، وفصل بالضمير المنفصل لقول ابن مالك:

وان علـى ضـمـيـر رفـع مـتـصـل عـطفت فـافصـل بـالضمير المنفصـل

قوله: [وكان خلقها] أي الله وقوله [من ضلعه] أي آدم فلذلك كان كل ذكر ناقصاً ضلعاً من الجانب الايسر، فجهة اليمين ثمانية عشر، واليسار سبعة عشر، وقد خلقت بعد دخوله الجنة نام فلما استيقظ وجدها فأراد أن يمد يده اليها فقالت له الملائكة مه يا آدم حتى تؤدي مهرها، فقال وما مهرها فقالوا ثلاث صلوات أو عشرون صلاة على سيدنا محمد ﷺ، ولا يقال إن شرط الصداق عود منفعته للزوجة، لأننا نقول ليس المقصود منه حقيقة المهر، وإنما هو ليظهر قدر محمد لآدم من أول قدم، إذ لولاه ما تمتع بزوجة، فهو الواسطة لكل واسطة حتى آدم، وقوله من ضلعه الايسر أي وهو القصير، ووضع الله مكانه لحما من غير أن يحس آدم بذلك، ولم يجد له ألما، ولو وجده لما عطف رجل على امرأة، والنون في قلنا للعظمة، وقوله: ﴿واسكن﴾ أي دم على السكنى، فانه كان ساكنا فيها قبل خلق حواء، واستشكل شيخ الإسلام هذه الآية بأنه أتى في هذه الآية بالواو في قوله: ﴿وكلا﴾ وفي آية الاعراف بالفاء، هل لذلك من حكمة أجاب بأن الأمر هنا في هذه الآية كان داخل الجنة، فلا ترتيب بين السكنى والاكل، وفي آية الاعراف كان خارجها، فحسن الترتيب بين السكنى والاكل ا هـ. والحق أن يقال: إن ذلك ظاهر ان دل دليل على اختلاف القصة ولم يوجد فالقصة واحدة، والأمر في الموضعين يحتمل أن يكون داخل الجنة أو خارجها، فعلى الأول معنى اسكن دم على السكنى، والفاء في آية الاعراف بمعنى الواو، وعلى الثاني معناه ادخل على سبيل السكنى، فتكون الواو بمعنى الفاء.

قوله: ﴿رغداً﴾ يقال رغد بالضم رغادة من باب ظرف، ورغد رغداً من باب تعب اتسع عيشه. قوله: ﴿حيث شئتما﴾ أي في أي مكان أردتماه. قوله: [أو غيرهما] قيل شجر التين أو البلح أو الأترج، والأقرب أنها الحنطة، وفي الحقيقة لا يعلمها إلا الله. قوله: ﴿فتكونا﴾ مسبب عن قوله ولا تقربا وتعبيره بعدم القرب منها كناية عن عدم الاكل، كقوله تعالى ﴿ولا تقربوا الزنا﴾ فالنهي عن القرب يستلزم النهي عن الفعل بالاولى. قوله: [العاصين] أي الذين تعدوا حدود الله. قوله: ﴿فأزلهما الشيطان﴾ أتى بالفاء إشارة إلى أن ذلك عقب السكنى، والشيطان مأخوذ من شاط بمعنى احترق لأنه محروق بالنار، أو من شطن بمعنى بعد لأنه بعيد عن رحمة الله، والزلل الزلق وهو العثرة في الطين مثلا فأطلق وأريد لازمه وهو الاذهاب. قوله: [وفي قراءة] أي سبعية لحمزة. قوله: [أي الجنة] ويحتمل ان الضمير عائد على الشجرة، وعن بمعنى الباء أي أوقعهما في الزلة بسبب أكل الشجرة. قوله: [بأن قال لهما] أي وهو خارج الجنة وهما داخلها لكن أتوا على بابها فقال لهما ذلك، ويحتمل أنه دخل الجنة على صورة دابة من دوابها وخزنتها غفلوا عنه، ويحتمل أنه دخلها في فم الحية، ويحتمل أنه وسوس في الأرض فوصلت وسوسته لهما، إن قلت إن ذلك ظاهر في حواء لعدم عصمتها وما الحكم في آدم، أجيب بأنه اجتهد فأخطأ فسمى الله خطأه معصية، فلم يقع منه صغيرة ولا كبيرة،

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ

مطبوعہ کاشی رام پریس لاہور

ایضاً ان کل خطأ زلة ولیس کل زلة خطأ فیہ [illegible] موصوف
مخصوص مطلقاً لان الزلة قد یکون بالخطأ وقد یکون بالنسیان
وقد یکون بالسہو وقد یکون بترک الاولی والافضل قال
الامام النسفی فی تفسیر ابی اللیث السمرقندی لا یطلقون اسم
الزلة علی افعال الانبیاء علیہم السلام [illegible] ذنب
ویقولون فعلوا الفاضل وترکوا الافضل [illegible] عوتبوا
علیہ لان ترک الافضل منہم بمنزلة ترک الواجب من
الغیر قیل زلة الانبیاء علیہم السلام والاولیاء رحمہم اللہ
سبب لقربة الی اللہ تعالی قال ابو سلیمان الدارانی ما عمل داؤد
علیہ السلام عملا انفع من الخطیئة ما زال [illegible] منہا الی
ربہ حتی وصل الیہ فالخطیئة سبب لقربہ الی اللہ تعالی من
نفسہ ودنیاہ ومحمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم حبیبہ
ای حبیب اللہ تعالی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ولا تمشوا ببرئ
الی ذی سلطان لیقتله ولا تسحروا ولا تاکلوا الربوا ولا
تقذفوا محصنة ولا تولوا للفرار یوم الزحف وعلیکم
خاصة الیهود ان لا تعتدوا فی السبت فقبلا یدیه و
رجلیه وقالا نشهد انک نبی قال علیه الصلوة والسلام
فما یمنعکم ان تتبعونی قالا ان داود علیه السلام دعا ربه
ان لا یزال من ذریته نبی وانا نخاف ان تبعناك ان یقتلنا
الیهود والانبیاء علیهم السلام کلهم منزهون عن الصغائر
والکبائر والکفر والقبائح یعنی قبل النبوة وبعدها وقد کان
منهم زلات وخطایا مثال الزلات اکل آدم علیه السلام من
الشجرة ومثال الخطایا قتل موسی علیه السلام رجلا من قوم
فرعون فانه لم یقصد قتله اصلا بل قصد ضربه بیده
لیدفعه عن الاسرائیلی فوقع الضرب قصدا والقتل خطاء والقتل له

۳۲

قد انطبع بعناية الله الكريم وافضاله العميم

التوضيح والتلويح

مع

حاشية التوشيح

(معہ اضافۃ حاشیتین نادرتین)

(۱) حاشیۃ شیخ الاسلامؒ

(۲) حاشیۃ ملا خسروؒ

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

☆ خلاف اولی کا حکم

بالاتفاق انبیاء علیھم السلام کے تینوں امور کے ساتھ اس کا تعلق درست ہے بلکہ واقع ہے۔ لیکن یہاں یہ تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ یہ جو خلاف اولی وخلاف افضل کہا گیا ہے تو یہ مقید ہے ان کے اپنے مقام رفیع حال بدیع کے ساتھ دوسروں کے مقام کی نسبت وہ کام خلاف اولی نہیں بلکہ دوسروں کے لئے اگر بالفرض وہی ثابت ہو تو ان کیلئے وہی اولی اور افضل ہوگا چنانچہ امام فتح اللہ البنانی کتاب تحفۃ الاصفیاء فی بیان معنی القول بعصمۃ الانبیاء کے صفحہ ۲۴ پر امام اجھوری مالکی سے نقل فرماتے ہیں۔

فیکون من قبیل خلاف الاولی بالنسبۃ الی مقامھم وان کان حسنۃ بالنسبۃ الی غیر ھم وما تقدم من انھم منزھون عن خلاف الاولی محمول علی ما ھو خلاف الاولی فی حق غیر ھم و اما ما ھنا فھو خلاف الاولی بالنسبۃ لمقامھم خاصۃ واما بالنسبۃ لغیرھم فھو مستحسن۔

اور اسی تحفۃ الاصفیاء میں ص ۳۶ پر ہے۔

یجب علینا فی حق الانبیاء و الرسل علیھم الصلاۃ والسلام ان نعتقد ان اللہ تبارک و تعالیٰ حفظ ظو اھر ھم و بواطنھم من الوقوع فی محرم او مکروہ او خلاف الاولی بل ولا فی مباح علی وجہ کونہ مکروھا او خلاف الاولی او مباحاً انتھی بقدر الحاجۃ۔

اور امام برھان الدین بقاعی تلمیذ امام عسقلانی النکت والفوائد علی شرح

العقائد مسئلۂ عصمت انبیاء کے تحت شرح عقائد کے لفظ علی ترک الاولی کی شرح کرتے فرماتے ہیں۔

وترك الاولى انما هو بالنسبة الى مقاماتهم العالية بالمعنى الذى يقال: حسنات الابرار سيئات المقربين، لا بمعنى أنه أولى فى حد ذاته۔

☆ غفلت کا حکم

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور مشاہدہ سے غفلت تو ان کے لئے محال ہے اور اس سے وہ قطعاً معصوم ہیں (اگرچہ بعض کے کلام میں یہ واقع ہے بہر حال غلط ہے) لیکن کسی اعلیٰ وارفع حال ومقام جیسے مشاہدۂ حق میں مصروف ومشغول ہونے کی وجہ سے کسی امر ذاتی یا دینی سے غفلت وذھول ہو جانا درست اور واقع ہے جیسا کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے۔

☆ نسیان اور سھو کا حکم

یہ ذاتی اور دنیاوی امور میں انبیاء علیھم السلام کو بعض اوقات لاحق ہوتے ہیں مگر بعض کے نزدیک انبیاء علیھم السلام ان سے بھی پاک ہوتے ہیں بعض نے اس قول کو صحیح قرار دیا اور دوسرے کو ضعیف مگر یہ قول دلائل ظاہری کے خلاف ہے چنانچہ بخاری شریف حدیث ۴۰۱ میں ہے۔

ولكن انما انا بشر مثلكم انسى كما تنسون فاذا نسيت فذكرونى۔

اور حدیث مؤطا مالک

انه بلغه ان رسول الله ﷺ قال انی لانسی او انسی لاسن (باب العمل فی السهو)

کی کوئی سند نہیں جیسا کہ حافظ ابن عبد البر اور دیگر شارحین مؤطا اور حافظ نے فتح الباری میں تصریح فرمائی۔ لا اصل له

اور بعض نے برعکس کیا ہے لیکن تعلیق القلائد علی منظومۃ العقائد میں امام احمد حموی صاحب غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر متوفی ۱۰۹۸ھ صفحہ ۳۷۰ پر امام عز الدین ابن جماعۃ سے درج ذیل تحریر قولین فرمائی ہے

أن الانبياء معصومون من الكبائر والصغائر عمداً و سهواً، خلافاً للحنفية فی سهو الصغائر، (فی درج المعالی خلافا للما تريدية)

امام حموی موصوف نے اس پر یہ حاشیہ چڑھایا ہے۔

وهو مخالف لما حكی فيه التفتا زانی الاتفاق، و لعله اراد بالاتفاق اجماع المتقدمين أو جمهورهم فلا ينا فيه المنقول عن الأستاذ أبی الاسحاق الأسفراييني و أبی الفتح الشهرستانی والقاضی عياض أنهم معصومون عن الكبائر والصغائر عمداً و سهوا، واختار تاج الدين السبكی قال بعض الفضلاء: ولا يبعد ان يكون المراد بالاتفاق هو التجويز، ومورد الخلاف هو الوقوع (قال العبد راقم الحروف: هذا توفيق فی غاية الحسن)

لیکن خیال رہے امام ابن جماعۃ کا اس قول کو فقط حنفیہ ماتریدیہ کا قول قرار دینا ہرگز صحیح نہیں بلکہ یہ قول سلف صالحین وائمہ مجتہدین وغیرھم کا بھی ہے چنانچہ اس پر محقق کتاب درج المعالی نے حاشیہ پر خوب لکھا ہے۔

هذا خلاف الأكثر، هذا قول بعض متأخرى الأشعرية، وأعجب منه ادعاء الاجماع على هذا كما زعمه الصاوى والباجورى وغيرهما، وقد قال القاضى عياض فى الشفاء: وأما الصغائر فجوزها جماعة من السلف وغيرهم على الانبياء وهو مذهب أبي جعفر الطبرى وغيره من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين انتهى، قال القارى فى شرح قوله من الفقهاء أى المجتهدين انتهى ،فأين الاجماع وأين الصدق فى هذه الدعوى وقد قال السعد التفتا زانى : وأما الصغائر فيجوز- أى يمكن وقوعها عقلا وشرعا - عمدا عند الجمهور انتهى، والامام تاج الدين السبكى رضى الله عنه خالف امامه الأشعرى لكنه لعلو مقامه بين أنه خالفه ولم يفعل ما فعلوا من ادعاء اجماع غير موجود تقريرا لما يميلون اليه، والغاء قول الامام الأشعرى امام ائمة المسلمين الذى تدين بقوله الأمة، فلا حول ولا قوة الا بالله، ومعلوم ان المسئلة فيها خلاف كبير ، اما ادعاء وجود الاجماع على النفى فاخفاء للشمس بالكف وهيهات

اور رہے امور دینیہ جن کا ابلاغ ان پاکوں کی تشریف آوری کا اصل مقصد ہے ان میں سھو ونسیان انبیاء علیھم السلام سے ہوسکتا ہے یا نہیں تو اس میں اختلاف ہے جس کو صاحب مسایرہ اور دیگر نے بیان فرمایا ہے کہ اس میں اھل سنت کے دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ پاک اور معصوم ہیں۔ دوسرا یہ کہ سھو ونسیان ہو سکتے ہیں۔ لیکن برقرار نہیں رکھے جاتے تنبیہ آجاتی ہے اور یہی قول ہمارے علمائے ماتریدیہ کا ہے۔

☆ عبث کا حکم

اس کے حرام ہونے کی وجہ سے انبیاء علیھم السلام یقیناً اس سے پاک ہوتے ہیں۔

☆ لھو ولعب کا حکم

وہ مخصوص لھو جن کا حدیث شریف میں استثنا آیا ہے جائز مقصد کیلئے بعض اوقات ممکن ہے جیسا کہ اماں عائشہ صدیقہ پاک کے ساتھ دوڑنا وغیرہ۔

☆ مزاح کا حکم

بعض اوقات کسی حکمت کے تحت مزاح فرماتے تھے لیکن مزاح باطل سے معصوم ہونا قطعی ہے جیسے مزاق میں جھوٹ (حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص سب کے سامنے ہے۔

فیصلہ: زلت خطا، خلاف اولی، غفلت از امر دینی یا دنیاوی اور سھو ونسیان اور لھو اور مزاح یعنی عبث اور گناہ کو ان لفظوں سے نکال کر سب کی نسبت کرنا انبیاء علیھم السلام کے افعال شریفہ کی طرف اھل سنت وجماعت کے جمھور ائمہ اکرام اور علمائے اسلام کے نزدیک مقام بیان میں صحیح ہے تو اھل بیت کی طرف خطائے اصطلاحی کی نسبت کرنا کیسے گستاخی یا کفر یا گناہ ہوسکتا ہے اور محتاج توبہ ہوسکتا ہے۔ لازماً یہ بات ہے کہ جن لوگوں نے ایسے جاہلانہ شور شرابے ڈالے ہوئے ہیں وہ عقیدۂ عصمت اھل بیت کی ضلالت اور فتنے میں ملوث ہیں۔

تنبیہ: سابقہ جتنے الفاظ کی فہرست مع الشرح پیش ہوئی ہے اوران میں سے جن کا استعمال جائز رکھا گیا ہے تو وہ مشروط ہے ضرورت بیان کے ساتھ اور وہ تین حالات میں (۱)۔نقل نص، (۲)۔تعلیم وتدریس، (۳)۔ردمخالفین ورنہ ہرگز جائز نہیں ہے لٰہذ اعوام الناس پر پرہیز ضروری ہے انبیاء علیھم السلام کے افعال کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ وہ صورتاً گناہ یا زلت ہے یا مکروہ ہے یا خلاف اولی ہے یا خطا سھو ،نسیان یا غفلت تو اس کا مطلب ہے کہ بنسبت ان کے مرتبہ اور مقام کے ورنہ دوسروں کی بنسبت انکی نیکیوں سے اور ذکر و یاد سے بھی افضل ہوتے ہیں یہی مطلب ہے جو بعض عارفین نے فرمایا کہ

لو کنت مکان آدم لا کلت الشجرۃ کلھا

اور حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں

یلیت لی سھو محمد ابداً

حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تصفیہ مابین سنی وشیعہ کی عبارت پر تبصرہ

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امکان شی وقوع شی کو مستلزم نہیں ہوتا نہ زمانہ ماضی میں نہ حال نہ استقبال میں کیونکہ اگر زمانہ ماضی میں کسی پیش آنے والے واقعہ کے متعلق دو شخص اختلاف کریں ایک شخص کہے اس واقعہ کا واقع ہونا محال اور ناممکن ہے اور دوسرا کہے ممکن ہے تو دوسرے کی بات کا مطلب ہرگز یہ نہ ہوگا کہ وہ واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے بلکہ اس کا مطلب ہوگا شخص مخالف کے دعویٰ عدم امکان کی نقیض ثابت کر کے اس کے دعوے کا نقض اور ظاہر ہے کہ عدم امکان کی نقیض امکان ہے۔ اور وقوع ممکن خاص اور ممکن عام مقید بجانب الوجود کہ افراد میں سے ہے اور ظاہر ہے کہ عام خاص کو مستلزم نہیں ہوتا لھذا امکان وقوع سے جانبین کا جواز ہی ثابت ہوتا ہے ہمارے اس دعوی پر اگرچہ عقلی دلائل بہت ہیں۔ لیکن یہاں ایک نقلی دلیل پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں علمائے کلام کا اس مسئلے کی نقل میں اختلاف ہے۔ انبیاء علیھم السلام سے صغائر سھو ہو سکتے ہیں یا نہیں بعض نے اتفاق نقل کیا ہے اور بعض نے ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اختلاف بتایا ہے تو بعض فضلاء نے دونوں نقلوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کیلئے یہ فرمایا کہ اتفاق سے مراد تجویز وامکان ہے اور محل خلاف وقوع ہے۔ چنانچہ تعلیق القلائد علی منظومۃ العقائد صفحہ ۱۷۲ پر ہے۔

قال بعض الفضلاء : ولا يبعد أن يكون المراد بالاتفاق هو التجويز، ومورد الخلاف هو الوقوع

اور کسی پر یہ بات مخفی نہیں کہ انبیاء علیھم السلام کے سھو کا تعلق زمانہ ماضی کے

ساتھ ہے اس کے باوجود اگر تجویز مستلزم وقوع ہوتی تو علماء کا اختلاف چہ معنی دارد لھذا تاجدار گولڑہ کی متنازع فیہ دو عبارتیں اپنے ذاتی لحاظ سے وقوع خطا کو مستلزم نہیں بلکہ جواز وقوع خطا کو مستلزم ہیں اور وقوع خطا کو ان کا استلزام بالذات نہیں بالغیر ہے اور وہ غیر مختلف قرائن ہیں جو ان کی کلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔

قرینہ نمبر ۱: باغ فدک والے باب میں پہلے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمانا کہ آیت نمبر ۱۱ سورۂ نساء کے خطاب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ سیدہ خاتون سلام اللہ علیھا نے اسی آیت سے حکم توریث کو عام جانا اور مطالبہ فرمایا۔

قرینہ نمبر ۲: وہ آیات مبارکہ جن میں وراثت انبیاء کا ذکر ہے ان کو وراثت علمی پر محمول کرنا۔

قرینہ نمبر ۳: آپ کا یہ فرمانا (رہا یہ امر کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدۃ النساء کے مطالبہ کرنے پر کیوں یہ حق انھیں نہ دیا۔ سو اس میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حسب درخواست سیدۃ النساء انھیں اس مال کا دے دینا جائز اور مباح بھی ہوتا تو بھی اس کے نہ دینے پر شکایت نہ تھی۔ پھر لکھتے ہیں ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بھی تعمیل درخواست نہ کرے تو محل شکایت نہ ہوگا چہ جائیکہ جب اس مال کا دے دینا شرعا ناجائز ہو بلکہ مؤخر صورت میں تو بجائے محل شکایت ہونے کے یہ قابل ستائش ہوگا کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی پابندی کی ہے) اور مخفی نہیں کہ سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیھا کا عمل شریف سرکا گولڑوی کی نظر میں وقوع خطا ہی پر مبنی ہو سکتا ہے۔

قرینہ نمبر ۴: آپ کا سیدنا صدیق اکبر کے متعلق یہ فرمانا کہ (اگر انہوں نے نہیں دیا تو یقیناً وضرورتا وطبعا معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا یہ فیصلہ بالکل شرعی اور بحکم خدا

اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا) اور یہ بات کوئی محتاج تامل نہیں جب ایک فیصلہ بالکل شرعی اور بحکم خدا اور رسول تھا تو فریق مخالف ضرور خطا پر ہوگا اگرچہ خطا اجتہادی تھی۔

قرینہ نمبر ۵: آپ کا یہ قول ''اسی طرح جگر گوشۂ رسول بھی مالکانہ تصرف کرنے کی مُجاز نہیں کیونکہ بوجہ شرف جزئیت اس کا اثر منصب نبوت پر غیر مناسب پڑنے کا احتمال ہے۔''

جب آپ نے فرمایا مالکانہ تصرف کرنے کی مُجاز نہیں جس کا مطلب ہے بی بی پاک کو مالکانہ تصرف کرنے کی شرعا اجازت نہیں تو لازما بات ہے کہ بی بی پاک کا مطالبہ اس کی شرعا اجازت نہیں تھی اور یہی وقوع خطا ہے۔

بلکہ تاجدار گولڑہ کی ایک عبارت ہے جس سے پہلے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۶ جائیدادیں بحوالہ شرح نووی کتاب الجہاد ذکر فرمائیں اور وہ عبارت یہ ہے۔

حیرت ہے کہ فدک کے متعلق ارث یا ھبہ یا وصیت کا ذکر ۱۳۰۰ سال سے باصرار جاری ہے مگر بقیہ ۶ جائیدادیں کبھی محل بحث نہیں بنیں نہ ان کا دعویٰ جنابہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کیا نہ شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہی نے ان کے متعلق جنابہ سیدہ رضی اللہ عنہ کو یاد دلایا پھر لکھتے ہیں عھد خلافت مرتضوی میں صدیقی فیصلہ کو بحال رکھنا ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فیصلہ کی حقیت کو تسلیم فرمالیا تھا۔ یہ دونوں عبارتیں صاف بتا رہی ہیں کہ آپ کے نزدیک مولا علی رضی اللہ عنہ اور جنابہ سیدہ رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں دونوں خطا پر تھے۔ ورنہ ان کے فعل شریف پر حیرت اور تعجب کرنے اور صدیقی فیصلہ کی حقیت کو مولا علی کے تسلیم کرنے کو ذکر کرنے کا کیا معنی ہے؟

بسم اللہ والحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا

برداران اسلام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تعلیمِ قرآن اور تعظیمِ قرآن

ھی دو ایسے کام ہیں جنکو پایہ تکمیل تک پہنچا کر امت مسلمہ فلاح دارین حاصل کرنے میں کامیاب ھوگی۔

آج ھر مذھبی جماعت دعویدار ھیکہ وہ نفاذ اسلام کے لئے کوشاں وسرگرداں ھے مگران کے ہاں نہ تعظیمِ قرآن کہیں نظر آتی ہے اور نہ ھی خلوص واخلاص کے ساتھ تعلیم قرآن کا کوئی انتظام ھے۔

الحمدللہ شیخ طریقت امام المفکرین حضور قطب الوجود خواجہ محمد شفیع چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور آپکے تربیت یافتہ مفتی اسلام حضور امام الغیرت قبلہ مفتی محمد فضل احمد چشتی صاحب زید مجدھما الکریم ان راہبروں نے اس پرفتن دور میں ھر باطل کا رد فرمایا اور درست سمت کی طرف راہبری فرمائی۔ خواجگان چشت اھل بہشت نے تعظیم قرآن کا بیمثال سلسلہ جاری فرمایا یعنی بوسیدہ قرآنی ودیگر اوراق کو جمع کر کے دائمی تحفظ فراہم کیا اس کارخیر کے لیے قرآن محلات کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا اب تک سینکڑوں محلات تعمیر ھوچکے مزید تعمیر جاری ہے۔

اپنے مشائخ کرام کے اس سلسلہ ادب کو کامیابی سے آگے بڑھانے کے لیے عالمی تنظیم تحفظ مقدس اوراق کا حصہ بنیں۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمائیں۔

مھتمم: آستانہ عالیہ امامہ آباد شریف، کاہنہ لاہور
پیرزادہ مفتی محمد رضا صدیقی چشتی صاحب
0300-4050095, 0344-4050095

خادمِ قرآن: ستانہ عالیہ سندر شریف
محمد حمزہ سلطانی چشتی قادری
0305-4000380

مصنف کی منظرِ عام پر آنے والی کتب

---(۱)---

تنبیہ الخلف بان الطلاق الثلاث ثلاث باجماع السلف

ازقلم: شیخ الحدیث والتفسیر مناظرِ اسلام

مفتی محمد فضل احمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی

ایک مسئلہ جو صدیوں سے محلِ نزاع بنا ھوا تھا اسے انتہائی عمدہ اور منفرد تحقیق کے ساتھ نزاع واختلاف کو دفع کر کے اسلاف کا اتفاق ثابت کر دیا جسکے بعد مخالفین کے پاس اب کوئی عذر باقی نہیں رہا

---(۲)---

النحوالاملائی

علم نحو کے مبتدیوں کیلیے ایک انمول تحفہ

ازقلم: شیخ الحدیث والتفسیر مناظرِ اسلام

مفتی محمد فضل احمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی

اُردو زبان میں نحو کے اہم مسائل کو بیان کر دیا گیا تا کہ ابتدائی بچوں کیلئے انکا حفظ اور ضبط آسان ہوجائے اور ساتھ ہی ایسے مسائل کی تحقیق جس سے عام متداوّل کتابیں خالی ہیں۔

---(۳)---

المنطق الاملائی

از قلم

پیر طریقت رہبر شریعت استاذ العلما سلطان العلما شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سنی حنفی قادری رضوی

فن منطق کے شائقین کیلئے بے مثال تحفہ منطق کی سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ جس میں فن منطق کے مسائل ایک خاص ترتیب کے ساتھ اردو زبان میں پیش خدمت کیے گئے ہیں۔ جس سے ضبط مسائل آسان تر ہو جاتا ہے۔

---(۴)---

بیعت یزید سے انکار کا سبب

از قلم

پیر طریقت رہبر شریعت استاذ العلما سلطان العلما شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سنی حنفی قادری رضوی

ایک ایسی تحقیق جس سے تقدس اھلبیت کرام بھی برقرار رہتا ہے اور عظمت صحابہ کرام پر بھی کوئی داغ نہیں آتا اور مذہب حق اھلسنت کی صداقت نمایاں ہوتی ہے۔

---(۵)---

یہاں قوموں کی تخریبیں تھیں یا ملکوں کی تقسیمیں
یہاں روحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تنظیمیں

یونینز، پارٹیز، گروپس
یا
دعوائے جاہلیت

از قلم

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت اُستاذ العُلما سلطان العلما شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت اِمامُ الغیرت

حضرت علّامہ مولانا مُفتی محمد فضل احمد چشتی سُنی حنفی قادری رضوی

کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ

آستانہ عالیہ سندر شریف

سندر اڈا لاہور۔ 03024218077